سب ٹھاٹ پڑا رہ جائے گا

زہرہ رضویہ

یہاں ہم جو کچھ بھی ہیں جیسے بھی ہیں اللہ تعالیٰ کی نگاہوں کے سامنے ہیں۔ وہ ہمارے پل پل کی خبر رکھتا ہے۔ ہماری کوئی بات، عمل اور کوئی کام اس سے پوشیدہ نہیں۔ جنت اور دوزخ کے راستوں کا پتہ بھی اس نے بتایا۔ ہماری یہ زندگی عارضی ہے جو آیا ہے، اسے ایک دن واپس جانا ہے مگر ہم اس دنیاوی زندگی میں ایسے گم ہوگئے کہ ہمیں کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ اللہ باقی اور سب فنا ہے۔ جو محلات میں کروفر اور ٹھاٹ باٹ سے رہتے ہیں اور ہر وہ کام کر گزرتے ہیں جو قریب قریب شرع کے خلاف ہوتا ہے۔ خیر ہمیں کیا وہ جانے اور ان کا خدا جانے۔

ہمیں سب سے پہلے اپنے گریبان میں جھانکنا ہوگا کہ ہم کیا ہیں......؟

ہم نے جھوٹ کو اپنایا۔ آپس میں دوستی خلوص اور محبتوں کا گلا گھونٹا۔ اگر کسی کو عروج پر دیکھا تو اس کے زوال کا انتظار کیا کہ وہ کب پھر سے بسوں میں دھکے کھاتا نظر آئے گا۔ حسد جلن نفرتوں کو ہم نے اپنے اندر سمولیا۔ کسی کی دل آزادی کرنے اور دکھ پہنچانے میں ہم ہمیشہ نمبر ون رہے۔ عیب جوئی، غیبت ہماری پسندیدہ عادتوں میں شامل ہیں۔ امیر غریب کے چکر میں ہم نے دوریاں پیدا کیں ہم ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے کا موقع ڈھونڈتے ہیں۔ ہمارے بڑوں نے تو ہمیں ایسا کچھ نہیں سکھایا پھر ہم ایسے کیوں ہیں......؟ یہ لمحہ فکر ہے۔

کیا ہماری یہ ساری عادتیں ''تقسیم'' کی سوغات ہیں۔

بہر حال ہمارا یہ سفر جاری ہے۔ جانے کب بلاوا آجائے اور ہم اس دنیا سے کوچ کر جائیں۔

ہمارے ساتھ دائیں بائیں دو فرشتے چل رہے ہیں۔ ایک ہماری نیکی سمیٹتا ہے۔ دوسرا بدی...... اب یہ تو قیامت کے دن ہی پتہ چلے گا کہ نیکی اور بدی کے ترازو میں کس کا پلڑا بھاری رہا...... اور کون جنت کے دروازے تک آپہنچے۔ نام نمود اور دکھاوے کی کس نے پذیرائی کی اور کس نے اپنا منھ پھیر لیا۔

ہماری یہ عادت تو پروردگار کو بہت خراب یا بری لگتی ہوگی کہ ہم جب کسی کو اپنی نظروں سے گرادیتے ہیں تو اس کی بے پناہ اچھائیوں اور خوبیوں کا کبھی نام بھی نہیں لیتے۔ اس پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ اس مد میں اربوں روپئے خرچ کرتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اس شخص کی حیثیت نالی کے کیڑے جیسی ہوجائے خود کیا ہیں؟ یہ نہیں سوچتے۔

کاش زمین اور آسمان کی زبان ہوتی تو وہ ضرور ان کی ''کارکردگی'' بتلادیتے بہر حال اوپر والا جس کو چاہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلت...... کوے تو کائیں کائیں کرتے رہتے ہیں ان کی کون سنتا ہے؟ جب ضمیر مردہ ہوجائے اور اسے دفن کردیا جائے تو یہ ''تماشے'' دیکھنے کو ملتے ہیں۔

کون اچھا ہے اور کون برا...... دراصل یہ جاننے کی کبھی کوشش ہی نہیں کی گئی۔

سارا قصہ یہ ہے کہ ہم بھیڑ چال کے عادی ہوگئے ہیں ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ ہم کتنے پانی میں ہیں اب ہمارا رب کریم ہی ہمیں روشنی دکھلائے اور ان اندھیروں سے نکالے ہم تو گناہوں کا پوٹ ہیں وہ ہم پر نظر کرم فرمائے...... اس لئے کہ ہمارا سب ٹھاٹ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا......

❖❖

کچھ اہم و مفید مطبوعات

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم 15/-	اسلام کیا ہے؟ (اردو) 30/-
کاروان زندگی حصہ اول (نیا ایڈیشن) 100/-	بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم 12/-	اسلام کیا ہے؟ (ہندی) 35/-
کاروان زندگی حصہ دوم (نیا ایڈیشن) 90/-	ہمارے حضورؐ (اردو) 15/- ہمارے حضورؐ (ہندی) 20/-	دین وشریعت 70/-
کاروان زندگی حصہ سوم 80/-	موج تسنیم (اردو) زیر طبع	ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت 70/-
کاروان زندگی حصہ چہارم 90/-	مناجات ہاتف 10/-	قادیانی مسلمان نہیں 25/-
کاروان زندگی حصہ پنجم 80/-	دیار حبیبؐ 5/-	آپ حج کیسے کریں؟ (نیا ایڈیشن) 40/-
کاروان زندگی حصہ ششم (نیا ایڈیشن) 90/-	از مخدومہ خیر النساء بہترؒ	آپ حج کیسے کریں؟ (ہندی) (نیا ایڈیشن) 45/-
کاروان زندگی حصہ ہفتم 80/-	حسن معاشرت (نیا ایڈیشن) 15/-	درس قرآن 200/-
مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی (نیا ایڈیشن) 40/-	کلید باب رحمت 6/-	دیگر مصنفین کرام کی تصانیف
حج کے چند مشاہدات 6/-	ذائقہ (نیا ایڈیشن) 15/-	تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ 45/-
خواتین اور دین کی خدمت 25/-	ذکر خیر " 15/-	مکتوبات مفکر اسلامؒ (اول) 80/-
کاروان ایمان وعزیمت (نیا ایڈیشن) 35/-	از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ	مکتوبات مفکر اسلامؒ (دوم) 120/-
دعائیں 10/-	لبیک اللّٰھم لبیک 30/-	(مولانا سید محمد حمزہ حسنی صاحب)
سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ (نیا ایڈیشن) 90/-	سوانح حضرت مولانا خلیل سہارنپوریؒ 50/-	تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ 35/-
سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا	سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ 150/-	سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ 30/-
کاندھلویؒ (نیا ایڈیشن) 90/-	زبان کی نیکیاں 15/-	(مولانا محمد الحسنیؒ)
نبی رحمتؐ (نیا ایڈیشن) 200/-	گلدستہ حمد وسلام 6/-	بشریت انبیاء (نیا ایڈیشن) 40/-
سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدیں) 200/-	کلام ثانیؒ زیر طبع	ذکر رسولؐ " 55/-
تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں) 355/-	از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ	مولانا محمد علی جوہر " 175/-
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر 70/-	دو مہینے امریکا میں 90/-	(مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)
اپنے گھر سے بیت اللہ تک 25/-	جزیرۃ العرب 70/-	کتاب النحو (حافظ عبدالرحمن امرتسریؒ) 18/-
از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ	حج ومقامات حج 35/-	کتاب الصرف " 20/-
زاد سفر دو جلدیں (نیا ایڈیشن) 150/-	امت مسلمہ 70/-	بریلوی فتنہ کا نیا روپ (مولانا عارف سنبھلی) 40/-
باب کرم (نیا ایڈیشن) 12/-	سماج کی تعلیم وتربیت 45/-	تاریخ میلاد (حکیم الشکور) 30/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ اول 15/-	از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ	مقالات سیرت (ڈاکٹر قدوائی) 30/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ دوم 14/-	معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں) 870/-	سیرت صدیقؓ (حبیب الرحمن شروانی) 25/-

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸۔

فون نمبر دفتر: 2270406
فون نمبر رہائش: 2229174

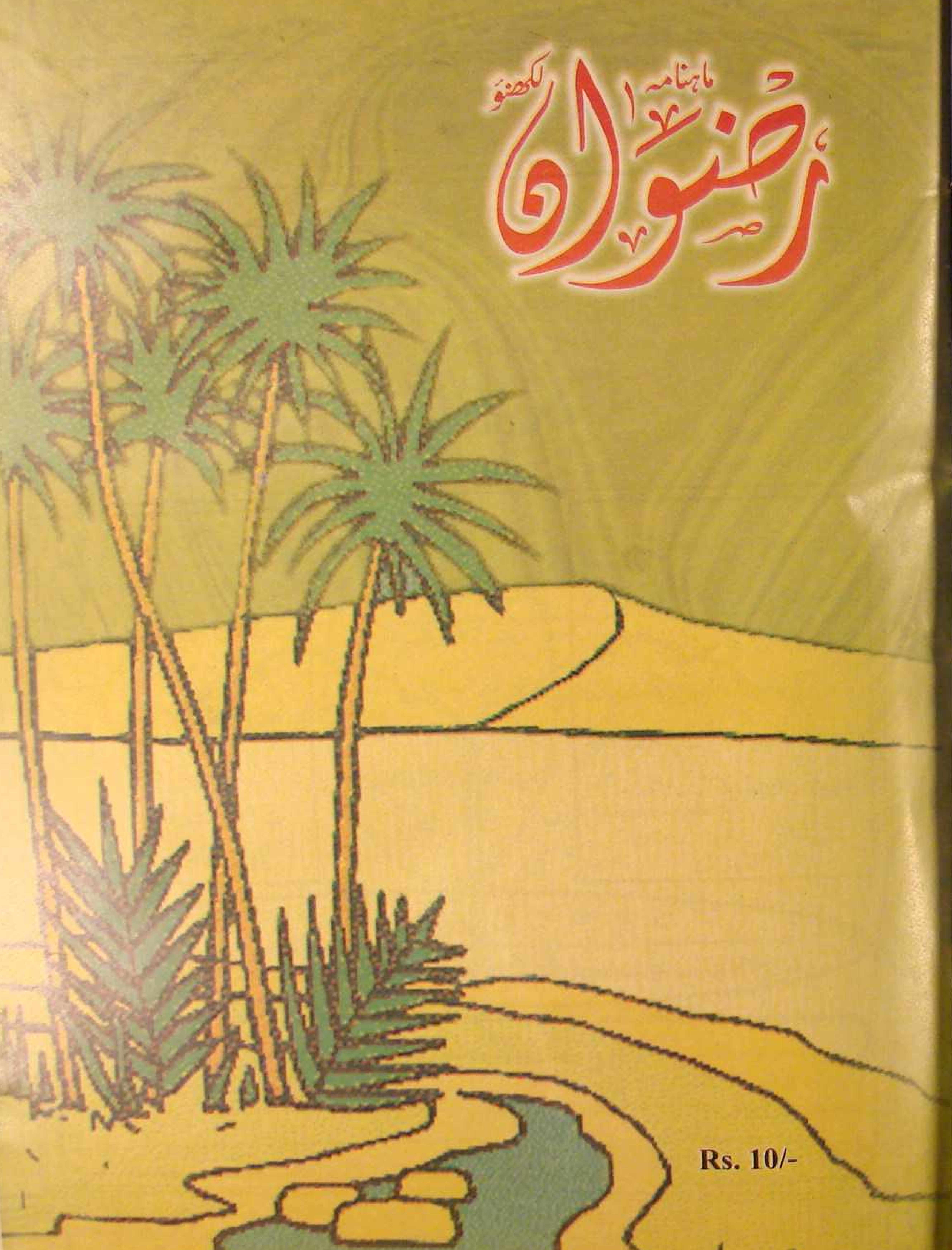

LW/NP-184/2006-08
R. N. 2416/57
Monthly
RIZWAN
Ph: 0522-2270406
172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018

DESIGNED BY HAMID Mob: 9415769282
PRINTED AT: KAKORI OFFSET PRESS, LUCKNOW.

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

شمارہ ۳	مارچ ۲۰۰۸ء	جلد ۵۲

ایڈیٹر
محمد حمزہ حسنی

معاونین
• میمونہ حسنی • عائشہ حسنی
• جعفر مسعود حسنی • محمود حسن حسنی

سالانہ چندہ
برائے ہندوستان : ۱۰۰ روپے
غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵ امریکی ڈالر
فی شمارہ : ۱۰ روپے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں
ماہنامہ رضوان ۲/۵۴ ۱۷۲، محمد علی لین، گوئن روڈ لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸
Phone : 91 - 0522 - 2620406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔فون : 0522 - 9452041099, 9336932231

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

سوانح حیات .... کاروانِ زندگی

ایک معلم، مصنف، مؤرخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تاثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات و حوادث اور تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مؤرخانہ و حقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودہویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ و سرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہو گیا ہے۔

• ایک تاریخی دستاویز • ادبی مرقع • دعوت فکر و عمل

فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت و طباعت سے آراستہ

قیمت حصہ اول	(اردو ایڈیشن)	100/-
قیمت حصہ دوم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ سوم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ چہارم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ پنجم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ ششم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ ہفتم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت مکمل سیٹ	(کاروان زندگی)	610/-

کاروان ایمان و عزیمت

قافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و فضل و عزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

خوبصورت کتابت و طباعت

قیمت 35/-

حج کے چند مشاہدات

اس کتاب میں مولاناؒ نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تاثرات و مشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا مؤثر اظہار ہے۔

قیمت 6/-

خواتین اور دین کی خدمت

خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی و سماجی فرائض کیا ہیں، وہ کس طرح دین کی خدمت کر سکتی ہیں، آخر میں مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت 25/-

ذکرِ خیر

حضرت مولاناؒ کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی، خود حضرت مولاناؒ کے قلم سے۔ قیمت 15/-

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، انداز تربیت، توازن و جامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض و تاثرات اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔ قیمت مجلد 90/-

فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے .... مدیر ۳
- حدیث کی روشنی میں .... امۃ اللہ تسنیم ۴
- صورت اور حقیقت .... حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ۶
- حضرت ام ورقہؓ بنت عبداللہ .... (ادارہ) ۱۳
- علماء کی توہین سے بچیں .... مفتی محمد تقی عثمانی ۱۵
- اسلام میں عورت کا مقام .... سجاد مسعود قریشی ۱۷
- تسبیحات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم .... (ادارہ) ۲۰
- خواتین کا وقار پردے میں مضمر ہے .... مظاہر علی ۲۴
- علم اور علماء کی تعظیم .... (ادارہ) ۲۶
- دسترخوان نبوی ایک جائزہ .... مولانا قمر الزماں ندوی ۲۸
- رسول اللہؐ کی زندگی ہر طبقہ بشر کیلئے بہترین نمونہ .... مولانا حذیفہ دستانوی ۳۱
- عوام کے لئے علماء کی اتباع کا اصول .... ابوفیصل ندوی ۳۴
- سوال وجواب .... مفتی راشد حسین ندوی ۳۵
- بچوں کی پرورش والدین کیلئے کڑا امتحان ہے .... منور سلطان شیخ ۳۶
- قرآن مجید کے مطالعے نے مجھے اندھیروں سے .... (ادارہ) ۳۸
- سب ٹھاٹ پڑا رہ جائے گا .... زہرہ رضویہ ۴۰

اپنی بہنوں سے

مدیر

رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا مہینہ آرہا ہے یہ مہینہ جو برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ ہے ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہم کو جو اپنے کو مسلمان اور رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدائی کہتے ہیں کس طرح زندگی گزارنا چاہئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور تعلق کے دعوے کرنے والوں کو کس طرح اپنے ایک ایک لمحہ کو سیرت نبوی اور اسوۂ نبوی کے مطابق ڈھالنا چاہئے، یہ کیسی بات ہے کہ زبان سے اعلان محبت رسول کا اور عشق رسول میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کا ہر وقت دعویٰ، لیکن عملی زندگی کا ہر کام اسوۂ نبوی سے الگ، اور بیگانہ، نام کے مسلمان اور کام میں ایک باغی کی صورت۔

نماز ہو، زکوٰۃ ہو، روزہ اور حج ہو، یہ اسلام کے بنیادی فرائض ہیں ان ہی کو سامنے رکھئے اور اپنی اور اپنے خاندان، محلہ اور برادری کے افراد کو جانچئے، تو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں خود نتیجہ سامنے آجائے گا، کہ ہم کتنے بڑے عاشق رسول اور فدائی ہیں۔ اور دیگر اعمال کو جانے دیجئے، بڑے گناہوں کا ارتکاب ہو، مال حرام کا معاملہ ہو۔ سود، جوا، ظلم وزیادتی، جائیداد میں بہن بھائیوں کا حصہ ہو یا قرض کی ادائیگی ہو ہمارا کیا حال ہے خود کسوٹی پر کس کے دیکھ لیجئے، کیا ایک عاشق رسول کی زندگی کا یہی حال ہوتا ہے۔

اسلام کی خدمت ہو، غریبوں، محتاجوں کی دیکھ بھال، یتیموں کی غمخواری اپنے رشتہ داروں کی مدد، صحیح تجارت، حلال رزق کا حصول، اپنے فرائض کی ادائیگی ہو یا قومی اور ملی ذمہ داریوں کا احساس ہو کیا ہماری زندگی سیرت نبوی کے سانچہ کے مطابق ہے؟

آیئے غور کریں اور اس سے پہلے کہ عمل کرنے کا وقت ختم ہو جائے۔ ہم صحیح راستہ پر گامزن ہو جائیں۔

حدیث کی روشنی میں

امۃ اللہ تسنیم

جہاد

ایمان کے سب سے افضل عمل

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا عمل سب سے افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لانا، عرض کیا پھر، فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد، عرض کیا پھر، فرمایا حج مبرور (مقبول)۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل محبوب ہے، فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض کیا پھر، فرمایا ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنا، میں نے عرض کیا پھر، فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا عمل افضل ہے۔ فرمایا اللہ پر ایمان اور اُس کے راستہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک پہر دن کو، رات کو، اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے چلنا، دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ سب سے بہتر کون آدمی ہے، فرمایا وہ مؤمن جو اللہ کے راستہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرے، عرض کیا پھر کون، فرمایا وہ مومن جو کسی گھاٹی میں اللہ کی عبادت کرے، اور لوگوں سے علاحدگی صرف اس لئے اختیار کرے کہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

اللہ کے راستہ میں پہرہ دینا

حضرت سہلؓ بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے راستہ میں ایک دن پہرہ دینا، دنیا ومافیہا سے بہتر ہے اور جنت میں تمہارے لئے صرف ایک کوڑے کی جگہ، دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے اور کوئی اللہ کا بندہ، اللہ کے راستہ میں شام کو چلے یا صبح کو تو وہ دنیا سے اور جو کچھ اس دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے جہاد میں ایک دن، رات کو پہرہ دینا مہینے بھر کے روزے اور رات کے قیام سے بہتر ہے۔ اگر وہ پہرے دار اسی حالت میں مرجائے تو اس کے عمل کا ثواب اس کے لئے جاری رہتا ہے اور اس کا رزق (یعنی جنت کا طعام وشراب) اس کے لئے جاری رہتا ہے اور فتنہ میں ڈالنے والے سے محفوظ رہے گا۔ (مسلم)

حضرت فضالہؓ بن عبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر آدمی کی زندگی کے خاتمہ پر اس کا عمل بھی ختم ہو جاتا ہے لیکن اللہ کے راستہ میں پہرہ دینے والے کا عمل قیامت تک بڑھایا جاتا رہے گا اور وہ قبر کے فتنوں سے محفوظ رہے گا۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ کے راستہ میں ایک دن پہرہ دینا دوسری

جگہوں کے ہزاروں پہرہ دینے سے بہتر ہے۔ (ترمذی)

مجاہد کی فضیلت اور آنحضرتؐ کی تمنا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کا ذمہ دار ہے جو اس کے راستہ میں نکلے اور فرماتا ہے کہ اس کو میری راہ میں جہاد کرنے، مجھ پر ایمان لانے اور میرے رسولوں کی تصدیق کے سوا کسی چیز نے نہ نکالا ہو تو مجھ پر اس کی ضمانت ہے کہ اس کو جنت میں داخل کروں (یعنی اگر وہ شہید ہو) یا اس کو ثواب اور مالِ غنیمت کے ساتھ گھر پہنچا دوں، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میری جان ہے جو زخم اللہ کے رستہ میں لگے گا تو قیامت کے دن اسی صورت میں آئے گا، گویا آج لگا ہے (یعنی خون ٹپکتا ہوا) اور رنگ اس کا خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی، اور مجھے اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے قبضہ میری جان ہے، اگر مجھے مسلمانوں کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں کسی سَریہ کو بھیج کر نہ بیٹھ جاتا لیکن میں ان میں اتنی گنجائش نہیں پاتا کہ ان سب کی سواری کا انتظام کروں اور نہ ان میں اتنی گنجائش ہے کہ وہ خود ہی انتظام کرلیں اور میں چلا جاؤں اور وہ رہ جائیں، یہ بھی ان کے لئے مشکل ہے۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میری تو یہی خواہش ہے کہ میں اللہ کے راستہ میں جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں، پھر جنگ کروں اور قتل کیا جاؤں، پھر جنگ کروں پھر قتل کیا جاؤں۔ (مسلم)

راہِ خدا کا زخم

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے راستہ میں جس کے زخم لگے گا وہ قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا، اور رنگ تو خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان اللہ کے راستہ میں اتنے دیر تک جنگ کرے کہ ایک بار اونٹنی کا دودھ دوہ کر دوسری بار دوہا جائے تو اس پر جنت واجب ہوئی اور جس کو اللہ راستہ میں کوئی زخم لگایا کوئی تکلیف پہنچی تو وہ قیامت کے دن اس صورت سے آئے گا گویا آج زخم لگا ہے اور رنگ زعفران کا ہوگا اور بُو مشک کی ہوگی۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

جہاد فی سبیل اللہ ستر سال کی عبادت سے افضل ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک صحابیؓ کسی گھاٹی سے گزرے جس میں میٹھے پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ تھا۔ ان کو چشمہ بہت خوش گوار لگا، کہنے لگے اگر میں لوگوں سے علاحدگی اختیار کرتا تو اسی گھاٹی میں قیام کرتا، مگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغیر اجازت ایسا ہرگز نہ کروں گا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کرنا، تمہارا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا اپنے گھر میں ستر سال نماز پڑھنے سے افضل ہے، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخشے اور جنت میں داخل کرے، اللہ کی راہ میں اللہ کے دشمنوں سے لڑو، جو اللہ کی راہ میں اتنی دیر تک جنگ کرے کہ ایک بار اونٹنی دوہ کر دوبارہ دوہی جائے تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ (ترمذی)

مجاہد کو سامان دینے والا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اسلم کے قبیلہ کے ایک نوجوان لڑکے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ میں جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں لیکن سامان حرب نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں شخص نے جنگ کا سامان کیا تھا، پھر وہ بیمار ہوگئے، تم ان کے پاس جا کر میرا سلام کہو اور کہو جو کچھ تم نے سامان تیار کیا ہے وہ مجھے دے دو۔ جب انہوں نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا جو سامان میں نے تیار کیا تھا وہ سب ان کو دے دو کوئی چیز باقی نہ رہے، خدا کی قسم سب دے دینے ہی میں برکت ہوگی۔ (مسلم)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

صورت اور حقیقت

صورت اور حقیقت میں بہت بڑا فرق ہے

ایک چیز کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت، ان دونوں میں بہت بڑی مشابہت کے باوجود بہت بڑا فرق ہوتا ہے، آپ روزمرہ کی زندگی میں صورت اور حقیقت اور ان کے فرق سے خوب واقف ہیں۔ میں اس کی دو مثالیں دیتا ہوں، آپ نے مٹی کے پھل دیکھے ہوں گے جو بالکل اصلی پھل معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن صورت و حقیقت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اصل آم کوئی اور چیز ہے اور مٹی کا نقلی آم کوئی اور چیز، مٹی کے آم میں نہ اصلی آم کا ذائقہ، نہ خوشبو، نہ رس، نہ نرمی، نہ اس کی خاصیتیں، صرف آم کی شکل ہے اور اس کا رنگ و روغن، اس لئے اس کو آم کہیں گے مگر مٹی کا آم، یہ مٹی کا آم دیکھنے بھر کا ہے نہ کھانے کا، نہ سونگھنے کا، نہ ذائقہ، نہ خوشبو۔

آپ مردہ عجائب خانہ میں گئے ہوں گے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہاں سب درندے اور سب جانور موجود ہیں، شیر بھی ہے اور ہاتھی بھی، تیندوا بھی اور چیتا بھی مگر بے حقیقت، بھس بھری ہوئی کھالیں، جن میں نہ کوئی جان ہے نہ طاقت، شیر ہے مگر نہ اس کی آواز ہے نہ غصہ، نہ طاقت ہے نہ ہیبت۔

حقیقت کے مقابلہ میں صورت کی شکست

اب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ صورت کبھی حقیقت کے قائم مقام نہیں ہوسکتی، صورت سے حقیقت کے خواص کبھی ظاہر نہیں ہوسکتے، صورت کبھی حقیقت کا مقابلہ نہیں کرسکتی، صورت کبھی حقیقت کا بوجھ سنبھال نہیں سکتی، جب صورت کسی حقیقت کے مقابلے میں آئے گی، اس کو شکست کھانا پڑے گی۔ جب صورت پر کسی حقیقت کا بوجھ ڈالا جائے گا صورت کی پوری عمارت زمین پر آرہے گی۔

صورت اور حقیقت کا یہ فرق ہر جگہ نمایاں ہوگا۔ ہر جگہ صورت کو حقیقت کے سامنے پسپا ہونا پڑے گا۔ یہاں تک کہ عظیم سے عظیم اور مہیب سے مہیب صورت اگر حقیر سے حقیر حقیقت کے مقابلہ میں آئے گی تو اس کو مغلوب ہونا پڑے گا۔ اس لئے ہر چھوٹی سے چھوٹی حقیقت ہر بڑی سے بڑی صورت کے مقابلہ میں زیادہ طاقت رکھتی ہے، حقیقت ایک طاقت ہے، ایک ٹھوس وجود ہے، صورت ایک خیال ہے، دیکھئے، ایک چھوٹا سا بچہ اپنے کمزور ہاتھ کے اشارہ سے ایک بھس بھرے مردہ شیر کو دھکا دے سکتا ہے، اس کو زمین پر گرا سکتا ہے، اس لئے کہ بچہ خواہ کتنا ہی کمزور سہی ایک حقیقت رکھتا ہے، شیر اس وقت صرف صورت ہی صورت ہے، بچہ کی حقیقت شیر کی صورت پر آسانی سے غالب آجاتی ہے۔

نفس کا دھوکا

یہ عالم حقائق کا مجموعہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں ایک حقیقت رکھی ہے، مال کی بھی ایک حقیقت ہے اس کی محبت طبعی اور اس کی خواہش فطری ہے، اگر حقیقت نہ ہوتی تو اس کے متعلق احکام کیوں ہوتے؟ اس میں کشش کیوں ہوتی؟ اولاد ایک حقیقت ہے، اس سے طبعی محبت اور فطری تعلق ہوتا ہے، اگر اولاد ایک حقیقت نہ ہوتی تو شریعت میں اس کی پرورش ونگہداشت کے احکام وفضائل کیوں ہوتے؟ اسی طرح طبعی ضروریات اور خواہشات کی بھی ایک حقیقت ہے، ان حقیقتوں پر ایک بالاتر، قوی تر حقیقت ہی غالب آسکتی ہے، کوئی صورت غالب نہیں آسکتی۔ یہ حقائق کتنے باطل آمیز سہی ان پر

فتح حاصل کرنے کے لئے اسلام وایمان کی حقیقت درکار ہے، اسلامی صورت کتنی ہی مقدس سہی ان پر فتح حاصل نہیں کرسکتی، اس لئے کہ ادھر حقیقتیں ہیں ادھر صرف صورت، آج ہم یہی دیکھ رہے ہیں کہ صورت اسلام ادنیٰ سے ادنیٰ حقائق پر غالب نہیں آرہی ہے، اس لئے کہ صورت میں دراصل کچھ بھی طاقت نہیں، ہماری صورت اسلام، صورت کلمہ، صورت نماز، ہم سے ادنیٰ ترغیبات چھڑانے سے قاصر ہے، ادنیٰ عادات پر غالب آنے سے عاجز ہے، ہم کو موسم کی ادنیٰ سختی اور حقیر ترین خواہش کا مقابلہ کرنے کی طاقت عطا نہیں کرتی۔

آپ کا یہ کلمہ جو کبھی گردن کٹوادینے کی طاقت رکھتا تھا، جو مال اور اولاد کو اللہ کی راہ میں بے تکلف قربان کرادینے کی قوت رکھتا تھا، جو وطن چھڑادینے اور تختہ دار پر چڑھادینے کی قوت رکھتا تھا، آج وہ ان سردیوں میں صبح کی نماز کے لئے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ جو کلمہ زندگی بھر کی منہ لگی شراب کو شریعت کے حکم پر ہمیشہ کے لئے چھڑا سکتا تھا، آج اگر ضرورت پڑجائے تو آپ کی ادنیٰ مرغوب چیز یا معمولی عادت بھی نہیں چھڑا سکتا، اس لئے کہ وہ کلمہ کی حقیقت تھی، جس کے کارنامے آپ تاریخ اسلام میں پڑھتے ہیں، یہ کلمہ کی صورت ہے جس کی بے اثری آپ دن رات دیکھتے ہیں۔ ہم غلطی یہ کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کی تاریخ کو اپنے اوپر اوڑھنا چاہتے ہیں، اس کو اپنے اوپر منطبق کرنا چاہتے ہیں، جب وہ منطبق نہیں ہوتی، جب وہ لباس ہمارے اوپر راست نہیں آتا، جب جگہ جگہ جھول پڑجاتے ہیں تو ہم شکایت کرتے ہیں، تعجب کرتے ہیں کہ کلمہ وہ بھی پڑھتے تھے ہم بھی پڑھتے ہیں، نماز وہ بھی پڑھتے تھے ہم بھی پڑھتے ہیں، پھر کیوں اسی طرح کے واقعات ظہور میں نہیں آتے، کیوں اسی طرح کے نتائج وثمرات برآمد نہیں ہوتے؟

دوستو اور بزرگو! اپنے نفس کو دھوکہ نہ دو، وہاں کلمہ کی حقیقت تھی، ایمان کی حقیقت تھی، یہاں کلمہ کی صورت ہے، ایمان کی صورت ہے، نماز کی صورت ہے، جس طرح املی کے بیج سے آم کے پھل کی توقع فضول ہے، اسی طرح صورت سے حقیقت کے خواص کی امید بے کار ہے اور فریب نفس۔

حقیقت اسلام

حضرت خبیبؓ کا واقعہ آپ نے سنا ہے۔ پھانسی کے تختہ پر ان کو چڑھایا گیا، چاروں طرف سے نیزوں کی نوکوں نے ان کو کوچنا شروع کیا، برچھیوں نے ان کے جسم کو چھلنی کردیا، وہ صبر واستقامت کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے، عین اس حالت میں ان سے کہا جاتا ہے کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ تمہاری جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں؟ وہ تڑپ کر جواب دیتے ہیں کہ میں تو اس پر بھی راضی نہیں کہ مجھے چھوڑ دیا جائے اور حضور کے تلوے میں کوئی کانٹا بھی چبھے۔ حضرات! کیا یہ صورت اسلام تھی جس نے ان کو تختۂ دار پر ثابت قدم رکھا اور ان کی زبان سے یہ الفاظ کہلوائے؟ نہیں، وہ اسلام کی حقیقت تھی جو ان کے ہر زخم پر مرہم رکھتی تھی، جو ہر نیزے کی چبھن پر ان کے سامنے جنت کا نقشہ لاتی تھی اور انہیں دکھاتی تھی کہ یہ تمہاری اس تکلیف کا صلہ ہے، بس چند لمحوں کا معاملہ ہے، یہ جنت تمہاری منتظر ہے، یہ خدا کی رحمت تمہاری منتظر ہے، اگر تم نے اس فانی جسم کی اس فانی تکلیف کو گوارا کرلیا تو غیر فانی زندگی کی غیر فانی راحت تمہارا حصہ ہے، یہ عشق ومحبت کی حقیقت تھی، جب ان سے کہا گیا کہ کیا تم کو یہ منظور ہے کہ تمہاری جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں؟ تو حضور کی صورت حقیقت بن کر ان کے سامنے آگئی اور ان کو گوارا نہیں ہوا کہ اس جسم اقدس کو ایک کانٹے کی بھی تکلیف ہو۔

یہ چند پاک اور بلند حقائق تھے جو درد و تکلیف پر غالب آئے۔ صورت اسلام میں اس حقیقی درد و تکلیف کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ پہلے تھی نہ اب ہے، صورت اسلام تو تکلیف کے تصورات اور خیالات کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ہم کو اور آپ کو

معلوم ہے کہ گزشتہ فسادات کے موقع پر خیالی خطرات کی بنا پر لوگوں نے صورت اسلام بدل دی۔ مسلمانوں نے سروں پر چوٹیاں رکھیں اور غیر اسلامی شعار اختیار کیے، اس لئے کہ ان غریبوں کے پاس صرف صورت اسلام تھی جو اس میدان میں ٹھہر نہیں سکتی تھی۔

آپ نے سنا ہے کہ حضرت صہیبؓ رومی ہجرت کر کے جانے لگے تو کفار مکہ نے ان کو راستہ میں روکا اور کہا کہ صہیب! تم جا سکتے ہو، مگر یہ مال نہیں لے جا سکتے، جو تم نے ہمارے شہر میں پیدا کیا ہے، اب حقیقت اسلام کا حقیقت مال سے مقابلہ تھا۔ حقیقت اسلام اپنی مقابل حقیقت پر غالب آئی، صورت اسلام ہوتی تو وہ حقیقت مال کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

آپ نے سنا ہے کہ حضرت ابوسلمہؓ جب ہجرت کر کے جانے لگے تو کفار ان کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ تم جا سکتے ہو مگر ہماری لڑکی ام سلمہ کو نہیں لے جا سکتے، اب حقیقت اسلام کا ایک حقیقت سے مقابلہ تھا، وہ حقیقت کیا تھی؟ بیوی کی محبت، جو ایک حقیقت تھی، لیکن اسلام کی حقیقت مومن کے دل میں ہر حقیقت سے زیادہ طاقت ور اور گہری ہوتی ہے، انہوں نے بیوی کو اللہ کے حوالہ کیا اور تن تنہا چل دیئے، کیا صورت اسلام میں اتنی طاقت ہے کہ آدمی بیوی کو چھوڑ دے؟ ہم نے تو دیکھا ہے کہ لوگوں نے بیوی اور بچوں کے لئے کفر تک اختیار کر لیا اور صورت اسلام کی ذرا پرواہ نہیں کی ہے۔

آپ نے سنا ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے باغ میں ایک چھوٹی سی چڑیا آ گئی اور اس کو پھر جانے کا راستہ نہ ملا، حضرت ابوطلحہؓ کی توجہ بٹ گئی، نماز کے بعد انہوں نے پورا باغ صدقہ کر دیا۔ اس لئے کہ حقیقت نماز اس شرکت کو گوارا نہیں کر سکتی تھی، باغ کی بھی ایک حقیقت ہے اس کی سرسبزی، اس کی فصل، اس کی قیمت ایک حقیقت ہے، اس حقیقت کا مقابلہ نماز نہیں کر سکتی تھی، اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت حقیقت صلوٰۃ ہی میں ہے، آج ہماری آپ کی نماز ادنیٰ ادنیٰ حقیقتوں کا مقابلہ اس لئے نہیں کر سکتی کہ وہ حقیقت سے خالی اور ایک صورت ہے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ یرموک کے میدان میں چند ہزار مسلمان تھے اور کئی لاکھ رومی، ایک عیسائی (جو مسلمانوں کے جھنڈے کے نیچے لڑ رہا تھا) کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ رومیوں کی تعداد کا کچھ ٹھکانا ہے؟ حضرت خالدؓ نے کہا خاموش! خدا کی قسم اگر میرے گھوڑے اشقر کے سم درست ہوتے تو میں رومیوں کو پیغام بھیجتا کہ اتنی ہی تعداد اور میدان میں لے آئیں۔

حضرات! حضرت خالدؓ کو یہ اطمینان و اعتماد کیوں تھا اور وہ رومیوں کی تعداد کو بے حقیقت کیوں سمجھتے تھے؟ اس لئے کہ وہ حقیقت اسلام رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کے مقابل صرف رومیوں کی صورتیں ہیں، جو ہر طرح کی حقیقت سے خالی ہیں، یہ لاکھوں صورتیں اسلام کی حقیقت کے سامنے ٹھہر نہیں سکتیں۔

ہم یقیناً کلمہ پڑھتے ہیں، ہم میں سے بہت سے لوگ کلمہ کے معنیٰ سے بھی واقف ہیں، لیکن حقیقت کلمہ کوئی اور چیز ہے، وہ ان الفاظ اور معنیٰ سے بہت بلند ہے، کلمہ کی یہ حقیقت کہ اللہ کے سوا کوئی حاکم و بادشاہ نہیں، اللہ کے سوا کوئی محبت و خوف کے لائق نہیں، اللہ کے سوا کوئی امید و توقع کے قابل نہیں، اللہ کے سوا کسی کی ہستی کوئی ہستی نہیں، کیا یہ سب حقیقتیں ہم سب کے دل میں اتری ہوئی ہیں، ہمارے دماغ کے اندر بسی ہوئی ہیں، ہماری زندگی کے اندر جڑ پکڑے ہوئے ہمیں احساس ہوتا کہ ہم کتنی بڑی بات کہہ رہے ہیں، جس کو اس حقیقت کا ذرا بھی احساس ہے اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے سمجھتا ہے کہ وہ کتنا بڑا دعویٰ کر رہا ہے ع

چوں می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلاتِ لاالٰہ را

ہم سب جانتے ہیں کہ آخرت برحق ہے۔ جنت دوزخ برحق ہیں۔ مرنے کے بعد یقیناً زندہ ہونا ہے لیکن کیا سب کو ایمان کی وہ حقیقت حاصل ہے جو صحابہ کو حاصل تھی؟ اس حقیقت کا نتیجہ یہ تھا کہ صحابی کھجور کھاتے کھاتے پھینک دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کے ختم ہونے کا انتظار کرنا میرے لئے بہت مشکل ہے اور فوراً بڑھ کر شہادت حاصل کرتا ہے، اس لئے کہ جنت اس کے لئے ایک حقیقت تھی اور وہ حقیقت اس کے سامنے تھے۔ اس کی حقیقت جس کو حاصل تھی وہ قسم کھا کر کہتا تھا کہ مجھے احد پہاڑ کے اس طرف سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔

یرموک کے میدان میں ایک صحابی ابوعبیدہؓ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امیر! میں سفر کے لئے تیار ہوں، کوئی پیغام تو نہیں کہنا ہے؟ وہ کہتے ہیں، ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہمارا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ آپ نے ہم سے جو وعدے فرمائے تھے وہ سب پورے ہو رہے ہیں، یہ ہے یقین کی حقیقت، اس حقیقت پر کون سی قوت غالب آ سکتی ہے اور ایسی حقیقت رکھنے والی جماعت پر کون سی جماعت غالب آ سکتی ہے؟

صورت اسلام حفاظت کرنے کے لئے کافی نہیں

امت میں جو سب سے بڑا انقلاب ہوا وہ یہ کہ اس کی ایک بڑی تعداد اور شاید سب سے بڑی تعداد میں صورت نے حقیقت کی جگہ لے لی۔ یہ آج کی بات نہیں، یہ صدیوں کی پرانی حقیقت ہے، صدیوں سے صورت نے حقیقت کی جگہ حاصل کر رکھی ہے۔ عرصہ تک دیکھنے والوں کو صورت پر حقیقت کا دھوکا ہوتا رہا اور وہ حقیقت کے ڈر سے اس صورت کے قریب آنے سے بچتے رہے لیکن جب کسی نے ہمت کر کے اس صورت کو چھوا تو معلوم ہوا کہ اندر سے پول ہے اور حقیقت غائب ہو چکی ہے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کبھی کبھی کاشتکار کھیت میں ایک لکڑی گاڑ کر اس پر کوئی کپڑا ڈال دیتا ہے، جس کو دیکھ کر پرندوں اور جانوروں کو شبہ ہوتا ہے کہ کوئی آدمی رکھوالی کر رہا ہے لیکن اگر کبھی کوئی سیانا کوا یا ہوشیار جانور ہمت کر کے کھیت میں جا پڑے تو ظاہر ہے وہ بے جان شبیہ کچھ نہیں کر سکتی، پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جانور اس کھیت کو روند ڈالتے ہیں اور پرندے اس کا ستیاناس کر دیتے ہیں۔

مسلمانوں کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا، ان کی صورت حقیقت بن کر برسوں ان کی حفاظت کرتی رہی، قومیں ان کے قریب آنے سے ڈرتی تھیں، حقیقت اسلام کے واقعات ان کے ذہن میں تازہ تھے اور کسی کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، لیکن کب تک؟ جب تاتاریوں نے بغداد پر چڑھائی کی، جس پر حملہ کرنے سے وہ برسوں احتیاط کرتے رہے تو اس صورت کی حقیقت کھل گئی اور مسلمانوں کا بھرم جاتا رہا۔ اس وقت سے صورت اسلام حفاظت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے، اب صرف حقیقت اسلام ہی اس امت کی حفاظت کر سکتی ہے۔

ہماری خطا

آپ تاریخ اسلام میں مسلمانوں کی ناکامی کی تلخ داستانیں پڑھتے ہیں، یہ حقیقت کی شکست کے واقعات نہیں، یہ سب صورت کی شکست و ہزیمت کے واقعات ہیں، صورت نے ہم کو ہر معرکہ میں رسوا و ذلیل کیا ہے لیکن خطا ہماری تھی، ہم نے غریب صورت پر حقیقت کا بوجھ رکھنا چاہا وہ اس بوجھ کو سہار نہ سکی، خود بھی گری اور عمارت کو بھی زمین پر لے آئی۔

حقیقت اسلام مدتوں سے میدان میں آئی ہی نہیں

عرصۂ دراز سے صورت اسلام معرکہ آزما ہے اور شکست پر شکست کھا رہی ہے اور حقیقت اسلام مفت میں بدنام اور دنیا کی نگاہوں میں ذلیل ہو رہی ہے، دنیا سمجھ رہی ہے کہ ہم اسلام کو شکست دے رہے ہیں، اس کو خبر نہیں کہ حقیقت اسلام تو مدت سے میدان میں آئی ہی نہیں، اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی صرف صورت ہے نہ کہ اسلام کی حقیقت۔

یورپ کے قوموں کی مقابلہ میں ترکی میدان میں آیا، لیکن اسلام کی ایک نڈھال صورت لے کر، یہ نحیف و نزار صورت مقابلہ میں ٹھہر نہ سکی، فلسطین میں

تمام عرب قومیں اور سلطنتیں مل کر یہودیوں کے مقابلہ میں آئیں، لیکن حقیقت اسلام، شوق شہادت، جذبہ جہاد اور ایمانی کیفیات سے اکثر عاری، عربی قومیت کے نشہ میں سرشار، صرف اسلام کے نام ونسبت سے آراستہ، نتیجہ یہ ہوا کہ اس بے روح صورت نے یہودیوں کی جنگی قوت و تنظیم واسلحہ کی حقیقت سے مات کھائی، اس لئے کہ صورت حقیقت کا مقابلہ نہیں کرسکتی، یہودی ایک حقیقت رکھتے تھے، اگرچہ سرتاپامادی، عرب صرف ایک صورت رکھتے تھے، اگرچہ مقدس، لیکن صورت صورت ہے اور حقیقت حقیقت ہے۔

رحمت ونصرت، تائید واعانت کے وعدے حقیقت سے متعلق ہیں

اسلام کی صورت اللہ کے یہاں ایک درجہ رکھتی ہے، اس لئے کہ اس میں مدتوں اسلام کی حقیقت بسی ہوئی رہی ہے اور یہ اسلام کی حقیقت کا قالب ہے، اسلام کی صورت بھی اللہ کو پیاری ہے، اس لئے کہ اس کے محبوبوں کی پسندیدہ صورت ہے، اسلام کی صورت بھی اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے، اس لئے کہ اس صورت سے حقیقت اسلام کی طرف منتقل ہونا نسبۃً آسان ہے، جہاں صورت بھی نہیں وہاں حقیقت پر پہنچنا بہت مشکل ہے، لیکن دوستو! اللہ تعالیٰ کی رحمت ونصرت کے وعدے دنیا میں اور مغفرت ونجات اور ترقی درجات کے وعدے آخرت میں سب حقیقت سے متعلق ہیں، نہ کہ صورت سے، حدیث میں ہے "ان اللہ لاینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم"۔ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ جولوگ صرف صورت کے حامل تھے اور حقیقت سے یکسر خالی تھے ان کو وہ ان لکڑیوں سے تشبیہ دیتا ہے جو کسی سہارے رکھی ہوئی ہیں، وہ فرماتا ہے۔ "واذا رأیتھم تعجبک اجسامھم وان یقولوا تسمع لقولھم کأنھم خشب مسندۃ یحسبون کل صیحۃ علیھم"۔

''اگر تم ان کو دیکھو تو تم کو ان کے جسم بڑے بھلے معلوم ہوں گے، وہ بات کریں گے تو تم کان لگا کر سنوں گے لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ لکڑیاں ہیں، جو سہارے سے رکھی ہوئی ہیں، ہر آواز کو وہ اپنے خلاف ہی سمجھتے ہیں۔''

دین کے اقتدار اور امن واطمینان کا وعدہ

دنیا میں بھی فتح ونصرت وتائید واعانت کے وعدے حقیقت ایمان ہی کے ساتھ مشروط ہیں، صاف فرماتا ہے۔ "ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین"۔

''ست وغمگین نہ ہو، تم ہی سربلند ہو اگر تم (حقیقۃً) صاحب ایمان ہو۔''

ظاہر ہے کہ اس آیت میں خطاب مسلمانوں ہی کو ہے لیکن پھر بھی شرط لگائی ہے کہ اگر تم میں حقیقت ایمان پائی جاتی ہے تو پھر تمہاری سربلندی میں شک نہیں۔

دوسری آیت میں بھی صفت ایمان ہی پر اپنی مدد کا وعدہ فرمایا: "انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیاۃ الدنیا و یوم یقوم الاشھاد" (المؤمن)

''ہم ضرور ضرور اپنے پیغمبروں کی مدد کریں گے اور ان لوگوں کی جو صفت ایمان سے متصف ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی، جب اللہ کے گواہ کھڑے ہوں گے۔''

اسی حقیقت ایمان پر خلافت ارضی، دین کے اقتدار اور امن واطمینان کا وعدہ فرمایا ہے۔ "وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا"۔

''ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان رکھتے ہیں اور جن کے عمل صالح ہیں اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو زمین کی خلافت سے

سرفراز کرے گا، جیسے ان لوگوں کو سرفراز کیا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے دین کو جو اللہ کا پسندیدہ ہے اقتدار عطا فرمائے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔''

لیکن باوجود اس کے کہ یہ سارے وعدے ایمان وعمل صالح کی بنیاد پر تھے، پھر یہ شرط فرمائی کہ یہ ضروری ہے کہ ان میں اسلام کی حقیقت (توحید کامل) پائی جائے۔ "یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا"۔ (النور)

''(اس شرط سے) کہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔''

امت کی سب سے بڑی خدمت

پس اس وقت سب سے بڑا کام اور امت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ اس عموم اور سواد اعظم کو صورت سے حقیقت کی طرف سفر کرنے کی دعوت دی جائے، صورت اسلام میں روح اسلام اور حقیقت اسلام پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، اس وقت امت کی سب سے بڑی احتیاج یہی ہے، اسی سے اس کے سب حالات اور اس کے نتیجہ میں دنیا کے حالات بدلیں گے، دنیا کے حالات اس امت کے حالات کے اور اس امت کے حالات اس حقیقت کے تابع ہیں، یہ امت حضرت مسیح (علیہ السلام) کے الفاظ میں زمین کا نمک ہے، دیگ کا مزا نمک کے تابع ہے اور نمک کا مزا اس کی نمکینی پر موقوف ہے، اگر نمک کی نمکینی ختم ہوجائے تو وہ نمک کس کام کا؟ اور پھر کھانے کو خوش ذائقہ بنانے والی چیز کہاں سے آئے گی؟ آج ساری زندگی بے کیف اور بے روح ہے، اس لئے کہ اس امت کی بڑی تعداد حقیقت سے عاری اور روح سے خالی ہے، پھر زندگی میں روح اور حقیقت کہاں سے آئے گی؟

دوسری قوموں کی زندگی کی جڑیں خشک ہوچکی ہیں

دنیا کی اور قومیں بھی ہیں، جو ہزاروں برس سے اپنے مذہب کی حقیقت اور روح سے خالی ہوچکی ہیں اور ان میں صرف چند بے روح رسمیں اور چند بے حقیقت صورتیں رہ گئی ہیں، لیکن ان قوموں کی دینی وروحانی زندگی ختم ہوچکی ہے، ان کی زندگی کے سوتے خشک ہوچکے ہیں۔ آج دنیا کی کوئی طاقت، کوئی شخصیت، کوئی اصلاح ان میں دینی زندگی اور حقیقی روح پیدا نہیں کرسکتی، ایک نئی قوم کا بن جانا ان قوموں کی دوبارہ زندگی سے آسان ہے جن لوگوں نے ان قوموں میں از سر نو دینی زندگی اور اخلاقی روح پیدا کرنے کی انتہائی جدوجہد کی، وہ زمانہ حال کے وسائل اور سہولتوں کے باوجود سخت ناکام رہے، اس لئے کہ درحقیقت ان میں ایمان ویقین اور دینی روح پیدا کرنے کا سرچشمہ عرصہ ہوا خشک ہوچکا ہے، زندگی کا سرا اور سررشتہ کٹ چکا ہے جب کسی درخت کی جڑ خشک ہوچکی ہو اور اس کی رگیں زمین چھوڑ چکی ہوں تو اس کی پتیوں کو پانی دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔

مسلمانوں کیلئے حقیقت کی طرف ترقی کرنے کی ضرورت

لیکن اس امت کی زندگی کا سرچشمہ موجود ہے اس امت کی زندگی کا سرا موجود ہے اور یہ امت اس سے وابستہ ہے، وہ ہے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان، آخرت اور حساب کتاب کا یقین، ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا اقرار، اس امت کا اس گئی گزری حالت میں بھی اللہ اور اس کے رسول سے جو تعلق ہے وہ دوسری قوموں کے خواص کو بھی نصیب نہیں، اس انحطاط کے زمانہ میں بھی جتنی حقیقت اس میں پائی جاتی ہے وہ دوسری قوموں میں مفقود ہے، اس کی کتاب آسمانی (قرآن مجید) محفوظ ہے اور اس کے ہاتھوں میں ہے، اس کے پیغمبر کی سیرت اور زندگی، جو آج بھی ہزاروں لاکھوں دلوں کو گرمادینے اور زمانہ کے خلاف لڑادینے کی طاقت رکھتی ہے، مکمل طریقہ پر موجود ہے اور آنکھوں کے سامنے ہے، صحابۂ کرام کی زندگی اور ان کی زندگی کا انقلاب اور ان کی کوششوں سے دنیا کا انقلاب نظر کے سامنے موجود ہے۔

تمام عرب قومیں اور سلطنتیں مل کر یہودیوں کے مقابلہ میں آئیں، لیکن حقیقت اسلام، شوق شہادت، جذبہ جہاد اور ایمانی کیفیات سے اکثر عاری، عربی قومیت کے نشہ میں سرشار، صرف اسلام کے نام ونسبت سے آراستہ، نتیجہ یہ ہوا کہ اس بے روح صورت نے یہودیوں کی جنگی قوت و تنظیم واسلحہ کی حقیقت سے مات کھائی، اس لئے کہ صورت حقیقت کا مقابلہ نہیں کرسکتی، یہودی ایک حقیقت رکھتے تھے، اگرچہ سرتاپا مادی، عرب صرف ایک صورت رکھتے تھے، اگرچہ مقدس، لیکن صورت صورت ہے اور حقیقت حقیقت ہے۔

رحمت ونصرت، تائید واعانت کے وعدے حقیقت سے متعلق ہیں

اسلام کی صورت اللہ کے یہاں ایک درجہ رکھتی ہے، اس لئے کہ اس میں مدتوں اسلام کی حقیقت بسی ہوئی رہی ہے اور یہ اسلام کی حقیقت کا قالب ہے، اسلام کی صورت بھی اللہ کو پیاری ہے، اس لئے کہ اس کے محبوبوں کی پسندیدہ صورت ہے، اسلام کی صورت بھی اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے، اس لئے کہ اس صورت سے حقیقت اسلام کی طرف منتقل ہونا نسبۃً آسان ہے، جہاں صورت بھی نہیں وہاں حقیقت پر پہنچنا بہت مشکل ہے، لیکن دوستو! اللہ تعالیٰ کی رحمت ونصرت کے وعدے دنیا میں اور مغفرت ونجات اور ترقی درجات کے وعدے آخرت میں سب حقیقت سے متعلق ہیں، نہ کہ صورت سے، حدیث میں ہے **"ان اللہ لاینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم"**۔ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ جو لوگ صرف صورت کے حامل تھے اور حقیقت سے یکسر خالی تھے ان کو وہ ان لکڑیوں سے تشبیہ دیتا ہے جو کسی سہارے رکھی ہوئی ہیں، وہ فرماتا ہے۔ **"واذا رأیتھم تعجبك اجسامھم وان یقولوا تسمع لقولھم کأنھم خشب مسندۃ یحسبون کل صیحۃ علیھم۔"**

''اگر تم ان کو دیکھو تو تم کو ان کے جسم بڑے بھلے معلوم ہوں گے، وہ بات کریں گے تو تم کان لگا کر سنو گے لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ لکڑیاں ہیں، جو سہارے سے رکھی ہوئی ہیں، ہر آواز کو وہ اپنے خلاف ہی سمجھتے ہیں۔''

دین کے اقتدار اور امن واطمینان کا وعدہ

دنیا میں بھی فتح ونصرت وتائید واعانت کے وعدے حقیقت ایمان ہی کے ساتھ مشروط ہیں، صاف فرماتا ہے۔ **"ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین"**۔

''ست وغمگین نہ ہو، تم ہی سربلند ہو اگر تم (حقیقۃً) صاحب ایمان ہو۔''

ظاہر ہے کہ اس آیت میں خطاب مسلمانوں ہی کو ہے لیکن پھر بھی شرط لگائی ہے کہ اگر تم میں حقیقت ایمان پائی جاتی ہے تو پھر تمہاری سربلندی میں شک نہیں۔

دوسری آیت میں بھی صفت ایمان ہی پر اپنی مدد کا وعدہ فرمایا: **"انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیاۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد" (المؤمن)**

''ہم ضرور ضرور اپنے پیغمبروں کی مدد کریں گے اور ان لوگوں کی جو صفت ایمان سے متصف ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی، جب اللہ کے گواہ کھڑے ہوں گے۔''

اسی حقیقت ایمان پر خلافت ارضی، دین کے اقتدار اور امن واطمینان کا وعدہ فرمایا ہے۔ **"وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔"**

''ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان رکھتے ہیں اور جن کے عمل صالح ہیں اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو زمین کی خلافت سے

سرفراز کرے گا، جیسے ان لوگوں کو سرفراز کیا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے دین کو جو اللہ کا پسندیدہ ہے اقتدار عطا فرمائے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔''

لیکن باوجود اس کے کہ یہ سارے وعدے ایمان وعمل صالح کی بنیاد پر تھے، پھر یہ شرط فرمائی کہ یہ ضروری ہے کہ ان میں اسلام کی حقیقت (توحید کامل) پائی جائے۔ **"یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا"۔ (النور)**

''(اس شرط سے) کہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔''

امت کی سب سے بڑی خدمت

پس اس وقت سب سے بڑا کام اور امت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ اس عموم اور سواد اعظم کو صورت سے حقیقت کی طرف سفر کرنے کی دعوت دی جائے، صورت اسلام میں روح اسلام اور حقیقت اسلام پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، اس وقت امت کی سب سے بڑی احتیاج یہی ہے، اسی سے اس کے سب حالات اور اس کے نتیجہ میں دنیا کے حالات بدلیں گے، دنیا کے حالات اس امت کے حالات کے اور اس امت کے حالات اس حقیقت کے تابع ہیں، یہ امت حضرت مسیح (علیہ السلام) کے الفاظ میں زمین کا نمک ہے، دیگ کا مزا نمک کے تابع ہے اور نمک کا مزا اس کی نمکینی پر موقوف ہے، اگر نمک کی نمکینی ختم ہوجائے تو وہ نمک کس کام کا؟ اور پھر کھانے کو خوش ذائقہ بنانے والی چیز کہاں سے آئے گی؟ آج ساری زندگی بے کیف اور بے روح ہے، اس لئے کہ اس امت کی بڑی تعداد حقیقت سے عاری اور روح سے خالی ہے، پھر زندگی میں روح اور حقیقت کہاں سے آئے گی؟

دوسری قوموں کی زندگی کی جڑیں خشک ہوچکی ہیں

دنیا کی اور قومیں بھی ہیں، جو ہزاروں برس سے اپنے مذہب کی حقیقت اور روح سے خالی ہوچکی ہیں اور ان میں صرف چند بے روح رسمیں اور چند بے حقیقت صورتیں رہ گئی ہیں، لیکن ان قوموں کی دینی وروحانی زندگی ختم ہوچکی ہے، ان کی زندگی کے سوتے خشک ہوچکے ہیں۔ آج دنیا کی کوئی طاقت، کوئی شخصیت، کوئی اصلاح ان میں دینی زندگی اور حقیقی روح پیدا نہیں کرسکتی، ایک نئی قوم کا بن جانا ان قوموں کی دوبارہ زندگی سے آسان ہے جن لوگوں نے ان قوموں میں از سرِنو دینی زندگی اور اخلاقی روح پیدا کرنے کی انتہائی جدوجہد کی، وہ زمانہ حال کے وسائل اور سہولتوں کے باوجود سخت ناکام رہے، اس لئے کہ درحقیقت ان میں ایمان ویقین اور دینی روح پیدا کرنے کا سرچشمہ عرصہ ہوا خشک ہوچکا ہے، زندگی کا سرا اور سررشتہ کٹ چکا ہے جب کسی درخت کی جڑ خشک ہوچکی ہو اور اس کی رگیں زمین چھوڑ چکی ہوں تو اس کی پتیوں کو پانی دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔

مسلمانوں کیلئے حقیقت کی طرف ترقی کرنے کی ضرورت

لیکن اس امت کی زندگی کا سرچشمہ موجود ہے اس امت کی زندگی کا سرا موجود ہے اور یہ امت اس سے وابستہ ہے، وہ ہے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان، آخرت اور حساب کتاب کا یقین، ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا اقرار، اس امت کا اس گئی گزری حالت میں بھی اللہ اور اس کے رسول سے جو تعلق ہے وہ دوسری قوموں کے خواص کو بھی نصیب نہیں، اس انحطاط کے زمانہ میں بھی جتنی حقیقت اس میں پائی جاتی ہے وہ دوسری قوموں میں مفقود ہے، اس کی کتاب آسمانی (قرآن مجید) محفوظ ہے اور اس کے ہاتھوں میں ہے، اس کے پیغمبر کی سیرت اور زندگی، جو آج بھی ہزاروں لاکھوں دلوں کو گرمادینے اور زمانہ کے خلاف لڑادینے کی طاقت رکھتی ہے، مکمل طریقہ پر موجود ہے اور آنکھوں کے سامنے ہے، صحابہ کرام کی زندگی اور ان کی زندگی کا انقلاب اور ان کی کوششوں سے دنیا کا انقلاب نظر کے سامنے موجود ہے۔

یہ سب زندگی کے سرچشمے ہیں، یہ سب حرارت اور روشنی کے مرکز ہیں۔ صرف اس کی ضرورت ہے کہ اس امت میں صورت سے حقیقت کی طرف ترقی کی ضرورت کا عام احساس پیدا ہو، زندگی کے ان مرکزوں سے تعلق پیدا ہو اور مادی و معاشی انہماک سے اس کو ان مرکزوں سے اکتساب فیض کی فرصت ملے اور وہ اپنی اصلی زندگی کے چند دن گزار کر اپنی زندگی میں انقلاب اور اپنی پوری زندگی میں ایمان و احتساب اور اللہ کے وعدوں پر یقین اور اس کی رضا کے شوق میں کام کی روح پیدا کرے۔

ہماری دعوت صرف یہ ہے کہ "یا ایھا الذین آمنوا، آمنوا" اے مسلمانو! صورت اسلام سے حقیقت ایمان کی طرف ترقی کرو۔"

ہمارے مستقل ہفتہ وار اجتماعات جن کی ہم شہر شہر اور قصبہ قصبہ دعوت دیتے ہیں، اسی لئے ہیں کہ ہر آبادی میں ایسے مرکز قائم ہوں جہاں مسلمان جمع ہو کر اپنی زندگی کا بھولا ہوا سبق یاد کریں، جہاں سے انہیں حقیقت اسلام کا پیغام ملے، جہاں سے ان کو اپنی کھوئی ہوئی زندگی کا سراغ لگے، جہاں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصلی اسلامی زندگی کے واقعات اور دین کی بنیادی و اصولی دعوت کے ذریعہ ان میں دینی جذبات و احساسات بیدار ہوں اور ان میں دینی انقلاب کی خواہش پیدا ہو، اگر یہ مرکز اور اس طرح کے اجتماعات نہ ہوئے تو بڑے پیمانے پر اور طاقت ور اور مؤثر طریقہ پر امت کی اکثریت میں "حقیقت اسلام" اور "روح اسلام" پیدا ہونے کی کیا توقع ہے؟

پھر ہم مسلمانوں کو اس کی دعوت دیتے ہیں کہ وہ کچھ دن حقیقت اسلام کو حاصل کرنے اور اس کو اپنے میں راسخ کرنے کے لئے اپنے اوقات فارغ کریں اور اس ماحول سے نکل کر جس میں حقیقت اسلام پنپنے اور ایمانی کیفیات ابھرنے نہیں پائیں، ایک ایسے ماحول میں وقت گزاریں جہاں اصلی زندگی کی جھلک موجود ہو، جہاں علم وذکر، دعوت و تبلیغ، خدمت و ایثار، تواضع، محنت و جفاکشی کی زندگی ہو، ہم اس وقت مسلمانوں کو اس مقصد کے لئے جماعتوں کی شکل میں نکلنے کی دعوت دیتے ہیں، اگر مسلمانوں کی بڑی تعداد اس کو جز زندگی بنالے اور اس کا رواج پڑ جائے تو ہم کو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ کروڑوں مسلمانوں تک حقیقت اسلام کا یہ پیغام پہنچ جائے گا اور لاکھوں مسلمانوں کی زندگی میں دینی روح، ایمان و اسلام کی حقیقت اور اس کی صفات و کیفیات پیدا ہو جائیں گی۔

حقیقت اسلام دوبارہ پیدا ہوسکتی ہے

حضرات! ہم اس سے بالکل مایوس نہیں ہیں کہ اس زمانہ میں حقیقت اسلام پیدا نہیں ہوسکتی، ہم کسی ایسے زمانہ اور انقلاب کے قائل نہیں جس میں حقیقت اسلام دوبارہ پیدا نہیں کی جاسکتی، آپ پیچھے مڑ کر دیکھیے تاریخ کے سمندر میں آپ کو حقیقت اسلام ابھری اور ایمانی کیفیات پیدا ہوئیں۔ وہی اللہ اور رسول پر یقین و اعتماد، وہی شہادت کا ذوق، جنت کا شوق، وہی دنیا پر آخرت کی ترجیح، جب کبھی اور جہاں کہیں حقیقت اسلام پیدا ہوگئی اس نے ظاہری قرائن و قیاسات کے خلاف حالات پر اور مخالف طاقتوں پر فتح پائی ہے۔ تمام گزرے ہوئے واقعات کو دہرادیا ہے اور قرآن اول کی یاد تازہ کردی ہے۔

حقیقت اسلام میں آج بھی طاقت ہے

حقیقت اسلام اور حقیقت ایمان میں آج بھی وہی طاقت ہے جو ابتدائے اسلام میں تھی، آج بھی اس سے وہ تمام واقعات ظاہر ہوسکتے ہیں جو اس سے پہلے ظاہر ہوئے ہیں۔ آج بھی اس کے سامنے دریا پار ہوسکتے ہیں۔ سمندر میں گھوڑے ڈالے جاسکتے ہیں، درندے جنگل چھوڑ کر جاسکتے ہیں، بھڑکتی ہوئی آگ گلزار بن سکتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ حقیقت ابراہیمی موجود ہو

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا

❖❖

حضرت ام ورقہ بنت عبداللہؓ

حضرت ورقہ بنت عبداللہ نہایت اونچے کردار کی حامل خاتون تھیں۔ ہجرت کے بعد مسلمان ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ انصاریہ تھیں۔

ماہ رمضان ۲ ہجری میں بدر کا معرکہ کارزار گرم ہوا تھا۔ کفر اور اسلام کے درمیان اس جنگ کو ایک فیصلہ کن موڑ کی حیثیت حاصل تھی۔ اس میں جہاں مسلمان مردوں نے شرکت کی اور نہایت بہادری و جانبازی سے کفر کے مقابلے میں داد شجاعت دی، وہاں مسلمان عورتیں بھی خاصی تعداد میں شریک ہوئی تھیں۔ بعض مسلمان خواتین کی خدمت اس سلسلے میں تاریخ اسلام کے ایک زرین باب کی حیثیت اختیار کرچکی ہیں۔

جنگ بدر میں عورتیں اتنی زیادہ تعداد میں شامل ہوئی تھیں کہ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مزید شرکت سے انکار کردیا تھا اور حکم جاری فرمادیا تھا کہ جنگ میں عورتوں کی تعداد ضرورت سے زیادہ ہوگئی ہے، اس لئے اب انہیں ساتھ لے جانے کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ یہ گھر پر رہ کر ہی خدمات انجام دیں۔ جن خواتین کو جنگ بدر میں حاضری سے روک دیا گیا تھا، ان میں حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ ان کو جنگ میں حاضری کا بے حد شوق تھا اور چاہتی تھیں کہ ہر قیمت پر انہیں شرکت جہاد کی اجازت دی جائے۔ ان کے دل میں شوق شہادت اور جذبہ خدمت مجاہدین انتہائی راسخ تھا...... چنانچہ بدر کے لئے نفیر عام کا اعلان ہوا تو حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ملتجی ہوئیں کہ مجھے شریک جہاد ہونے کی اجازت دی جائے لیکن ان کے جانے سے بیشتر ہی اتنی عورتیں تیار ہوچکی تھیں کہ اب ان کے لئے جانے کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم گھر پر ہی رہو۔

بولیں: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر حال میں شریک جہاد ہونا چاہتی ہوں۔ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان یہ پہلا معرکہ ہے اور اس کی حیثیت ایک فیصلہ کن جنگ کی ہے۔ میں کسی صورت میں بھی اس شرکت سے محروم نہیں رہنا چاہتی۔ مگر آنحضرت نہیں مانے۔ اب مزید اصرار بڑھا اور شرکت جہاد کے لئے وجہ جواز پیدا کرنے کی غرض سے اپنی قابلیت بتانا شروع کی۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں زخمیوں کو مرہم پٹی کروں گی، مریضوں کی خدمت اور تیمارداری کروں گی، مجاہدین کو پانی پلاؤں گی، غازیوں کو میدان جنگ میں اسلحہ اٹھا اٹھا کر دوں گی، شہدا کی تکفین و تدفین میں مدد کروں گی، جو لوگ زیادہ مجروح ہوں گے انہیں کیمپوں اور اس سے بھی بڑھ کر مدینہ منورہ میں پہنچانے کی خدمت سرانجام دوں گی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضامند نہ ہوئے۔ اس کے بعد نہایت لجاجت سے گویا ہوئیں۔

یارسول اللہؐ! مجھے درجہ شہادت پر فائز ہونے کی انتہائی تمنا ہے براہ کرم آپؐ مجھے شہادت کے لئے مواقع فراہم کیجئے اور جنگ میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمائیے۔

حضورؐ نے فرمایا: تم گھر میں رہو خدا تمہاری یہ تمنا پوری کرے گا اور تم ضرور شہادت پاؤ گی۔ بہرحال انہیں جنگ بدر میں جانے کی اجازت نہ ملی۔ مگر مرتبہ

شہادت پر بہر حال فائز ہوگئیں۔

حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا قرآن کی تعلیم سے بہرہ مند تھیں، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گھر کی عورتوں کا امام بنادیا تھا۔ آنحضرت کی اجازت سے عورتوں کا ایک موذن بھی مقرر تھا۔ موذن اذان دیتا تھا اور حضرت ام ورقہ امامت کرتی تھیں۔ یہ سلسلہ عرصے تک جاری رہا۔

حضرت ام ورقہؓ نے اپنے ایک غلام اور لونڈی سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو مگر ان غلام اور لونڈی دونوں نے اس وعدے کو کافی نہ سمجھا اور بغاوت پر اتر آئے اور حضرت ام ورقہ کی موت سے قبل ہی آزادی حاصل کرنا چاہی۔ چنانچہ ان کے دل سے انسانیت رخصت ہوگئی اور بہیمیت نے بسیرا کرلیا اور ایک رات ان کی گردن میں چادر ڈال کر اس نیک سیرت اور بلند کردار خاتون کی زندگی کا خاتمہ کردیا اور خود بھاگ گئے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کا واقعہ ہے۔ حضرت عمرؓ کے کانوں میں روزانہ ان کی قرات قرآن کی آواز پڑتی تھی۔ جس رات انہیں شہید کیا گیا، اس کی صبح کو حضرت عمرانؓ کے مکان کے آگے سے گزرے تو ورقہ کے قرآن پڑھنے کی آواز نہیں آئی۔ اس کے بعد ان کے گھر گئے تو دیکھا کہ مکان کے کونے میں مردہ حالت میں چادر میں لپٹی ہوئی پڑی ہیں۔ افسوس کیا اور فرمایا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ تم شہید ہوگی۔ پھر منبر پر تشریف لائے اور لوگوں کو اس حادثے کی اطلاع دی اور ساتھ ہی اس لونڈی اور غلام کی گرفتاری کا حکم جاری کیا۔

ان دونوں کو گرفتار کرکے خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انہیں پھانسی پر لٹکادیا گیا۔ یہ دونوں پہلے اشخاص ہیں جنہیں اسلام کے بعد مدینہ منورہ میں سولی دی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ کو شہیدہ کہا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے بھی ان کی شہادت کے بعد فرمایا تھا کہ آنحضرت انہیں شہیدہ قرار دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے آؤ شہیدہ کے گھر چلیں۔

●●

بقیہ........علماء کی توہین سے بچیں

اس کے باوجود اس کے علم کی وجہ سے اس کا اکرام کرتا ہوں اور اس کی عزت کرتا ہوں۔

علماء سے تعلق قائم رکھو

لہٰذا یہ پروپیگنڈہ کرنا اور علماء کو بدنام کرتے پھرنا کہ ارے میاں! آج کل کے مولوی سب ایسے ہوتے ہیں، آج کل کے علماء کا تو یہ حال ہے...... یہ بھی موجودہ دور کا فیشن بن گیا ہے۔ جو لوگ بے دین ہیں ان کا تو یہ طرز عمل ہے ہی، اس لئے کہ ان کو معلوم ہے کہ جب تک مولوی اور علماء کو بدنام نہیں کریں گے۔ اس وقت تک ہم اس قوم کو گمراہ نہیں کرسکتے، جب علماء سے ان کا رشتہ توڑ دیں گے تو پھر یہ لوگ ہمارے رحم پر ہوں گے۔ ہم جس طرح چاہیں گے، ان کو گمراہ کرتے پھریں گے۔

میرے والد ماجدؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب گلہ بان سے بکریوں کا رشتہ توڑ دیا جائے تو اب بھیڑیئے کے لئے آزادی ہوگی کہ وہ جس طرح چاہے بکریوں کو پھاڑ کھائے۔ لہٰذا جو لوگ بے دین ہیں ان کا تو کام ہی یہ ہے کہ علماء کو بدنام کیا جائے لیکن جو لوگ دیندار ہیں ان کا بھی فیشن بنتا جارہا ہے کہ وہ بھی ہر وقت علماء کی توہین اور ان کی بے وقعتی کرتے پھرتے ہیں کہ ارے صاحب علماء کا تو یہ حال ہے۔ ان لوگوں کی مجلسیں ان باتوں سے بھری ہوتی ہیں۔ حالانکہ ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ جب لوگوں کو علماء سے بدظن کردیا تو اب تمہیں شریعت کے احکام کون بتائے گا؟ اب تو شیطان ہی تمہیں شریعت کے مسائل بتائے گا کہ یہ حلال ہے، یہ حرام ہے، پھر تم اس کے پیچھے چلو گے اور گمراہ ہوجاؤ گے، لہٰذا علماء اگرچہ بے عمل نظر آئیں۔ پھر بھی ان کی اس طرح توہین مت کیا کرو، بلکہ ان کے لئے دعا کرو، جب تم اس کے حق میں دعا کرو گے تو علم تو اس کے پاس موجود ہے تمہاری دعا کی برکت سے انشاء اللہ ایک دن وہ ضرور صحیح راستے پر لوٹ آئے گا۔

علماء کی توہین سے بچیں

مفتی محمد تقی عثمانی

یہ حدیث جو کہ آپ کے سامنے ذکر کی جارہی ہے۔ اگرچہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے لیکن معنی کے اعتبار سے تمام امت نے اس کو قبول کیا ہے، اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا اہم نکتہ بیان فرمایا ہے۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عمرو بن عوف مدنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عالم کی لغزش (غلطی) سے بچو اور اس سے قطع تعلق مت کرو اور اس کے لوٹ آنے کا انتظار کرو۔"

"عالم" سے مراد وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دین کا علم، قرآن کریم کا علم، حدیث کا علم، فقہ کا علم عطا فرمایا ہو، آپ کو یقین سے یہ معلوم ہے کہ فلاں کام گناہ ہے اور تم یہ دیکھ رہے ہو کہ ایک عالم اس گناہ کا ارتکاب کررہا ہے اور اس غلطی کے اندر مبتلا ہے۔ پہلا کام تو تم یہ کرو کہ یہ ہرگز مت سوچو کہ جب اتنا بڑا عالم یہ گناہ کا کام کررہا ہے تو لاؤ میں بھی کرلوں بلکہ تم اس عالم کی غلطی اور اس گناہ سے بچو اور اس کو دیکھ کر تم اس گناہ کے اندر مبتلا نہ ہوجاؤ۔

گناہ کے کاموں میں علماء کی اتباع مت کرو

اس حدیث کے پہلے جملے میں ان لوگوں کی اصلاح فرمادی جن لوگوں کو جب کسی گناہ سے روکا جاتا ہے اور منع کیا جاتا ہے کہ فلاں کام ناجائز اور گناہ ہے یہ کام مت کرو تو وہ لوگ بات ماننے اور سننے کے بجائے فوراً مثالیں دینا شروع کردیتے ہیں کہ فلاں عالم بھی تو یہ کام کرتے ہیں۔ فلاں عالم نے فلاں وقت میں یہ کام کیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قدم پر اس استدلال کی جڑ کاٹ دی کہ تمہیں اس عالم کی غلطی کی پیروی نہیں کرنی ہے، بلکہ تمہیں اس کی صرف اچھائی کی پیروی کرنی ہے وہ اگر گناہ کا کام یا کوئی غلط کام کررہا ہے تو تمہارے دل میں یہ جرأت پیدا نہ ہو کہ جب وہ عالم یہ کام کررہا ہے تو ہم بھی کریں گے۔

ذرا سوچو کہ اگر وہ عالم جہنم کے راستے پر جارہا ہے تو کیا تم بھی اس کے پیچھے جہنم کے راستے پر جاؤ گے؟ وہ اگر آگ میں کود رہا ہے تو کیا تم بھی کود جاؤ گے؟ ظاہر ہے کہ تم ایسا نہیں کرو گے، پھر کیا وجہ ہے کہ گناہ کے کام میں تم اس کی اتباع کررہے ہو؟

عالم کا عمل معتبر ہونا ضروری نہیں

اسی وجہ سے علماء کرام نے فرمایا کہ وہ عالم جو سچا اور صحیح معنی میں عالم ہو۔ اس کا فتویٰ تو معتبر ہے، اس کا زبان سے بتایا ہوا مسئلہ تو معتبر ہے، اس کا عمل معتبر ہونا ضروری نہیں۔ اگر وہ کوئی غلط کام کررہا ہے تو اس سے پوچھو کہ یہ کام جائز ہے یا نہیں؟ وہ عالم یہی جواب دے گا کہ یہ عمل جائز نہیں۔ اس لئے تم اس کے بتائے ہوئے مسئلے کی اتباع کرو۔ اس کے عمل کی اتباع مت کرو، لہٰذا یہ کہنا کہ فلاں کام جب اتنے بڑے بڑے علماء کررہے ہیں تو لاؤ میں بھی یہ کام کرلوں، یہ استدلال درست نہیں۔ اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ اتنے بڑے بڑے لوگ آگ میں کود رہے ہیں۔ لاؤ میں بھی آگ میں کود جاؤں۔ جیسے یہ طرز استدلال غلط ہے۔ اسی طرح وہ طرز استدلال بھی غلط ہے، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کی غلطی کی اتباع مت کرو۔

عالم سے بدگمان نہ ہونا چاہئے

بعض لوگ دوسری غلطی یہ کرتے ہیں کہ جب وہ کسی عالم کو کسی غلطی میں یا گناہ میں مبتلا دیکھتے ہیں تو بس فوراً اس سے قطع

تعلق کرلیتے ہیں۔ اس سے بدگمان ہوکر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات اس کو بدنام کرنا شروع کردیتے ہیں۔ اسی حدیث کے دوسرے جملے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی تردید فرمادی کہ اگر کوئی عالم گناہ کا کام کررہا ہے تو اس کی وجہ سے اس سے قطع تعلق مت کرو کیوں؟

علماء تمہاری ہی طرح انسان ہی ہوتے ہیں

اس لئے کہ عالم بھی تمہاری طرح انسان ہے، جو گوشت پوشت تمہارے پاس ہے، وہ اس کے پاس بھی ہے۔ وہ کوئی آسمان سے اترا ہوا فرشتہ نہیں ہے۔ جو جذبات تمہارے دل میں پیدا ہوتے ہیں وہ جذبات اس کے دل میں بھی پیدا ہوتے ہیں؟ نفس تمہارے پاس بھی ہے اور اس کے پاس بھی ہے۔

شیطان تمہارے پیچھے بھی لگا ہوا ہے اس کے پیچھے بھی لگا ہوا ہے۔ نہ وہ معصوم ہے، نہ وہ پیغمبر ہے۔ اور نہ وہ فرشتہ ہے، بلکہ وہ بھی اس دنیا کا باشندہ ہے اور جن حالات سے تم گذر رہے ہو وہ بھی ان حالات سے گذرتا ہے۔ لہٰذا یہ تم نے کہاں سے سمجھ لیا کہ وہ گناہوں سے معصوم ہے اور اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوگا اور اس سے کبھی غلطی نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ جب وہ انسان ہے تو بشری تقاضے سے بھی اس سے غلطی بھی ہوگی۔ کبھی وہ گناہ بھی کرے گا۔ لہٰذا اس کے گناہ کرنے کی وجہ سے فوراً اس عالم سے برگشتہ ہوجانا اور اس کی طرف سے بدگمان ہوجانا صحیح نہیں۔

اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فوراً اس سے قطع تعلق مت کرو، بلکہ اس کے واپس آنے کا انتظار کرو اس لئے کہ اس کے پاس علم صحیح موجود ہے۔ امید ہے کہ وہ انشاء اللہ کسی وقت لوٹ آئے گا۔

علماء کے حق میں دعا کرو

اس کے لئے دعا کرو کہ یا اللہ! فلاں شخص آپ کے دین کا حامل ہے اس کے ذریعہ ہمیں دین کا علم معلوم ہوتا ہے یہ بے چارہ اس گناہ میں مصیبت میں پھنس گیا ہے، اسے اپنی رحمت سے اس مصیبت سے نکال دیجئے اس دعا کرنے سے تمہارا ڈبل فائدہ ہے۔ ایک دعا کرنے کا ثواب ملے گا۔ دوسرے ایک مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا ثواب۔ اور اگر تمہاری یہ دعا قبول ہوگئی تو تم اس عالم کی اصلاح کا سبب بن جاؤ گے۔ پھر اس کے نتیجے میں وہ عالم جتنے نیک کام کرے گا وہ سب تمہارے اعمال نامہ میں بھی لکھے جائیں گے، لہٰذا بلاوجہ دوسروں سے یہ کہہ کر کسی عالم کو بدنام کرنا کہ فلاں بڑے عالم بنے پھرتے ہیں وہ تو یہ حرکت کررہے تھے۔ اس سے کچھ حاصل نہیں۔ اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

عالم بے عمل بھی قابل احترام ہے

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ عالم کو تو خود چاہئے کہ وہ باعمل ہو، لیکن اگر کوئی عالم بے عمل بھی ہے تو بھی وہ عالم اپنے علم کی وجہ سے تمہارے لئے قابل احترام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو علم دیا ہے اس کا ایک مرتبہ ہے۔ اس مرتبہ کی وجہ سے وہ عالم قابل احترام بن گیا، جیسا کہ والدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اگر والدین کافر اور مشرک بھی ہوں تو کفر اور شرک میں تو ان کی بات مت مانو لیکن دنیا کے اندر اس کے ساتھ نیک سلوک کرو، اسلئے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماں باپ ہونے کا جو شرف حاصل ہے۔ وہ بذات خود قابل تکریم اور قابل تعظیم ہے، تمہارے لئے ان کی مخالفت جائز نہیں۔

اسی طرح اگر ایک عالم بے عمل بھی ہے تو اس کے حق میں دعا کرو کہ یا اللہ! اس کو نیک عمل کی توفیق دے دے۔ لیکن اس کی بدعملی کی وجہ سے اس کی توہین مت کرو۔ حضرت تھانویؒ علماء سے مخاطب کرتے ہوئے فرماتے کہ نرا علم کوئی چیز نہیں ہوتی جب تک اس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ لیکن یہ بھی فرماتے کہ میرا معمول یہ ہے کہ جب میرے پاس کوئی عالم آتا ہے تو اگرچہ اس کے بارے میں مجھے معلوم ہو کہ یہ فلاں غلطی کے اندر مبتلا ہے۔ (بقیہ...... صفحہ ۱۴ پر)

اسلام میں عورت کا مقام

سجاد مسعود قریشی

اسلام دین ہدایت ہے یہی وجہ ہے کہ ہمیں اسلام میں مرد اور عورت کے مقام پر تصادم نظر نہیں آتا۔ اگرچہ ہمیشہ سے کچھ لوگ روشن خیالی کے نام پر اس بحث کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں لیکن الحمدللہ ہماری مائیں، بہنیں، بیٹیاں، تجارتی اشتہار بننے کے بجائے اللہ کی بندی بننا پسند کرتی ہیں۔ بہرحال اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ آج ہماری عفت وعصمت بے باکی کی اس نہج پر آگئی ہے جس کا اگلا مرحلہ دنیاوی واخروی لحاظ سے بھیانک نتائج پیدا کرسکتا ہے اللہ جل شانہ ہمیں اس وقت سے اپنی پناہ میں رکھے (آمین) بلکہ ہماری جلد واپسی کی راہ ہموار فرمائے۔ (ثم آمین) ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ رہا ہے کہ صدیوں سے ہم نے قرآن وحدیث کی روشنی میں انسانی نفسیات وکرداریت کا بالکل بھی مطالعہ نہیں کیا۔

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے یہ بھی کہ پیدا کیں اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں تاکہ تم سکون حاصل کرو، ان کے پاس اور پیدا کردی اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت۔ (آیت الروم ۳۰)۔

یہ آیت کریمہ پوری انسانیت کو دعوت فکر دیتی ہے یہاں مرد اور عورت کی رومانویت کو اللہ ذوالجلال والاکرام نے اپنی ایک نشانی کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ اللہ کی نشانی یہ ہے کہ جو کسی بھی غور وفکر کرنے والے کو اللہ جل شانہ کا حقیقی تعارف پیش کرتی ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقربین اسے نشانیوں میں تلاش کرتے ہیں یہاں تک کہ عارفین کہلاتے ہیں۔

دیکھنا یہ ہے کہ شعبہ بندگی نسواں بنت آدمؑ سے کیا کیا تقاضے کرتا ہے۔ اس ضمن میں مختلف لوگوں کی مختلف آراء ہوسکتی ہیں۔ مگر ایک مسلمان عورت کو سب سے پہلے تقاضہ حیا پورا کرنا چاہئے کیونکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی بندگی عورت کے پردے کے بغیر ناممکن ہے۔ عورت جب پردہ کرتی ہے تو اللہ عزوجل اسے اپنی رحمت میں داخل فرمالیتا ہے۔ جس کے سبب عورت کو عصمت وعفت کی راہ میں استقامت نصیب ہوتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ یہ پردہ اللہ جل شانہ کی رضا کے لئے ہو نہ کہ باپ، بھائی یا معاشرے کے خوف سے۔

ادب فلم، ڈرامہ اور پبلسٹی وغیرہ میں عورت کی جسمانی کشش ہی کو ہیجان خیزی کا ذریعہ بنا کر دنیا کا مال کمایا جاتا ہے۔ طرب انگیزی نشاط کاری، عیش پرستی میں ساری حشر سامانی اور ہیجان خیزی کا اشتعال وجود زن کی ہی بدولت ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت لذات اور زینتوں کو انسانی آزمائش کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ کیونکہ تمام جذبوں کی برگشتگی اور شہوانیت کی اکساہٹ سب انہی کی مرہون ہیں۔ یہی شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار بھی ہیں اگر ہم اس حکمت خداوندی کو پیش نظر رکھیں تو پردے کا حکم واضح طور پر سمجھ میں آجاتا ہے۔

بے پردگی جب کسی معاشرے میں مروج ہوجائے تو سمجھ لیں کہ وہاں کی عورت مادر پدر آزاد ہوگئی۔ یعنی اس پر کسی کا تسلط باقی نہیں رہا۔ اب وہ بے مہار ہوجائے گی۔ اس کے لئے اخلاق کے معنیٰ بدل جائیں گے۔ دین کی ہدایت کا مفہوم بدل جائے گا مرد کے ساتھ اس کے تمام رشتے کالعدم قرار پاجائیں گے یا محض برائے نام رہ جائیں گے وہ غیرت مردی کے تحفظ سے محروم ہوجائے گا۔

اللہ جل شانہ کے ہر کام میں حکمت پوشیدہ ہے۔

اس الرحمٰن الرحیم نے مرد کو عورت کے مقابلے میں زیادہ قوی وشجاع بنایا ہے۔

ترجمہ: مرد قوی، باہمت اور نگہبان ہیں عورتوں پر، اس بنا پر کہ فضیلت دی ہے اللہ نے انسانوں میں بعض کو بعض پر (آیت ۳۴_النساء۴)

مرد کے قوی ہونے میں بہت سی خدائی حکمتیں ہیں۔ اس کائنات کی ارتقائی ترقی اور نشو ونما میں ہر مجاہدانہ فعل کی ذمہ داری مرد کو سونپی گئی۔ اس کائنات میں برپا ہونے والے ہر تغیر وتبدیل میں کلیدی کردار ہمیشہ سے مرد ہی ادا کرتا چلا آرہا ہے۔ لیکن یہاں یہ اعتراف ہرگز بے جا نہ ہوگا کہ مرد کے اس فرض منصبی کی ادائیگی عورت کی دلیرانہ رفاقت کے بغیر ہرگز ممکن نہیں تھی بلکہ قوموں کو عالم موت وحیات میں لانے والی بھی عورت ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ عورت ہی کے توسط سے مردوں کو دنیا میں وجود عطا فرماتا ہے۔ پھر دنیا میں جو بھی مرد عظیم کام کرتے ہیں اس اعزاز میں بڑا حصہ ماں کا ہوتا ہے۔

یہ عورت ہی ہے جس کا پہلو مرد کو تکمیل ارادت، حصول اہداف اور کشمکش حیات میں ہر ممکنہ ومطلوبہ تحریک فراہم کرتا ہے۔ یہ تحریک یقیناً کسی اور ذریعے سے میسر نہیں آسکتی لہٰذا عورت کی شراکت ہر اعتبار سے عالم فنا وبقا دونوں میں مرد کے لئے ناگزیر ہے۔

مردوں میں غیرت کے جذبے کی بیداری استقامت اور حرام کمائی جیسے مشرکانہ فعل سے اجتناب میں عورت اتنا جاندار کردار ادا کرسکتی ہے کہ آئیڈیل اسلامی معاشرہ میں تغیر برپا کرنے کا یہ خدائی نسخہ استعمال کرنے کا شعور بیدار کریں یاد رکھیں عالم اسلام میں حقیقی انقلاب اسی وقت ممکن ہوگا جب ہماری عورتیں علم وعبادت کی نورانیت پاکر قوی مردان حق پیدا کرنے لگیں گی۔

مسلمان راہ حق سے محض اس لئے بھٹکا ہوا ہے کہ اس نے بھی غیر مسلموں کی طرح ہادی برحق کی ہدایت کی بجائے انسانی ظن وگمان کے پیدا کردہ مفروضوں کو چراغ راہ بنالیا ہے۔ وہ بھی خواہشات کے پیرو اور لذات کے غلام بن گئے ہیں۔ عورت کو اہل ایمان نے محض سطحی طور پر سمجھا جس کے سبب عورت تعصب، تنگ نظری اور استحصال کا شکار ہوتی آرہی ہے۔ اس ضمن میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ کو گہری نظر سے دیکھیں۔ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔''

جنت اللہ تعالیٰ کے تخلیق کردہ ان عالموں میں سے ایک عالم ہے جو اللہ جل شانہ کی فضائے ربوبیت میں محیط ہے۔ یہ عالم اپنے حسن اور آسائشوں کی ایسی ابدی دنیا سجائے ہوئے ہے کہ جس کا احاطہ جمیع انسانیت کی قوت تصور جمع ہوکر بھی نہیں کرسکتی۔

ترجمہ: سو کسی شخص کو خبر نہیں کہ ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان چھپا کر رکھا گیا ہے۔ یہ جزا ہے ان اعمال کی جو وہ کرتے رہے۔ (آیت ۱۷/السجدہ ۳۲)

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ جنت کو حقیقی معنوں میں کوئی بھی نہیں جانتا۔ انسانی قوت تصور عالم غیب کا تصور کرنے کی استطاعت نہیں رکھتی۔ چونکہ جنت جزا ہے صالح اعمال کرنے والوں کی۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس کی ایسی منظر کشی ضرور فرمادی ہے جو راہ ہدایت کے مسافروں کو حیات آفریں تحریک فراہم کرتی رہے۔ اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں جنت کے جن پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے ان میں سب سے اعلیٰ اور اہم یہ ہے کہ جنت تمام مصائب وشدائد سے پاک مقام بقا ہے جہاں انسانی تصورات سے ماورائی پر تعیش حیات مبارکہ اہل ابرار کو نصیب ہوگی۔

جنت صلہ وجزاء ہے ان اطاعت گزار مردوں اور عورتوں کا جنہوں نے پوری زندگی شیطانی قوتوں کے خلاف مجاہدہ

وجہاد کرتے ہوئے اپنے مالک وارث کی تابعداری صدق وصفا اور بیم ورجا کے تحت انجام دی۔ ایسے مومنین ومقبولان کو اللہ بدیع السمٰوات والارض نے ان کے سرمایہ بندگی کے صلے میں جنت جیسا ابدی ٹھکانہ عطا فرمایا۔ یعنی وہ جنت جس کی تخلیق پر اللہ رب العزت کو بھی فخر ہے۔

اب مزید غور فرمائیں کہ اللہ جل شانہ کی فخریہ تخلیق اور مومنین کی زندگی بھر کی عبادتوں کا صلہ ماں کے قدموں تلے پڑا ہے۔ یعنی ماں کی قدر ومنزلت جنت سے بڑھ کر ہے۔ عجب تماشہ ہے کہ ایک طرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عورت کو یہ شرف ومقام عطا فرمایا ہے مگر دوسری طرف ہم ساری زندگی یہی سنتے آئے ہیں کہ عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں کمتر بنایا گیا ہے۔ اب میری مائیں بہنیں اور بیٹیاں خود طے کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں کس مرتبے پر فائز فرمایا ہے اور اس لحاظ سے انہیں کس سطح کی فرماں برداری اور شکر گزاری کرنی چاہئے۔

عورت کے لئے یہ مقام اعلیٰ وارفع ایک شرط کا متقاضی ہے کہ اسے پہلے ماں کی مقام پر آنا ہوگا درحقیقت بطن مادر اللہ جل شانہ کے تخلیقی خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ اس میں زندگی وجود پاتی ہے۔ یہ خزانہ اشرف المخلوقات کو عدم سے وجود ظاہری کی دنیا میں لاتا ہے۔ یہ خزانہ مسجود ملائک کو ایسی دنیا میں متعارف کراتا ہے جہاں وہ اپنی صلاحیتوں کی بناء پر اپنے خالق حقیقی کا تعارف بن جائے۔ رحم مادر جب تخلیق خداوندی کے مراحل کا کارخانہ بنتا ہے تو اللہ عزوجل کی بھرپور توجہ کا مرکز بن جاتا ہے۔ ان مراحل سے گزرنے میں عورت جو قربانیاں دیتی ہے یا جس کرب والم سے گزرتی ہے وہ مردوں کو کسی بھی میدان جہاد میں نصیب نہیں ہوتی۔ یہاں عورت کا مقام دوٹوک واضح ہوجاتا ہے کہ شہید کا مقام جنت اور جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے مگر دوسری طرف اشاد کریمہ یہ بھی ہے کہ جو واقعتاً دل دہلا دینے والا ہے کہ ''جہنم میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہوگی۔ (متفق علیہ)

خدارا مردوں کی غیرت مت مرنے دیں۔ انہیں قوی بنائے رکھنے کو زندگی کا مشن بنالیں۔ اسی میں ہم سب یعنی پوری انسانیت کی خیر ہے اور اسی سے اللہ الغفور الرحیم کی رضا نصیب ہوگی۔

●●

دعوت الی اللہ
دعوت ایمان
دعوتی فکری مطبوعات کا اہم ترین ادارہ
مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ
انسانی عقل وفہم تک توحید کے دلائل نبوی طریقہ دعوت کی پابندی کے ساتھ پہنچانا امت مسلمہ کی اہم ترین ذمہ داری ہے اس کے لیے اعتدال، توازن، مثبت نہج کی ضرورت ہے جو دراصل نبوی طریقہ اور نبوی نہج ہے اس شاہ راہ کی فکر وعمل کی دعوت ''حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ'' کی تصنیفات میں ملتی ہے۔
حضرت مولاناؒ کی تمام تصنیفات حاصل کرنے کے لئے رابطہ کریں۔
مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ
Academy of Islmic Research & Publications
P.B. No.119, Nadwatul Ulama, Lucknow
Ph.: 0522-2741539 Fax: 2740806

تسبیحات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سمرہؓ بن جندب سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار کلموں (کے ذکر اور ورد) کا درجہ بہت بلند ہے۔ یہ چار افضل کلمے یہ ہیں:

(۱) سبحان اللہ۔ (۲) الحمد للہ۔ (۳) لا الہ الا اللہ۔ (۴) اللہ اکبر۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے پھلکے، میزان عمل میں بڑے بھاری اور اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں۔

(۱) سبحان اللہ وبحمدہ (۲) سبحان اللہ العظیم

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نماز فجر کے بعد باہر نکلے، وہ اس وقت نماز پڑھنے کی جگہ پر کچھ پڑھ رہی تھیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر کے بعد جب چاشت کا وقت آ چکا تھا واپس تشریف لائے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہ اسی طرح بیٹھی اپنے وظیفہ میں مشغول تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سے میں تمہارے پاس سے گیا ہوں کیا تم اس وقت سے برابر اسی حال میں اور اسی طرح پڑھ رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمیں تین بار کہے، اگر وہ تمہارے اس پورے وظیفہ کے ساتھ تولے جائیں جو تم نے آج صبح پڑھا ہے تو ان کا وزن بڑھ جائے گا۔

(۱) سبحان اللہ وبحمدہ عدد خلقہ (۲) وزنۃ عرشہ (۳) ورضی نفسہ (۴) ومداد کلماتہ۔

ترجمہ: اللہ کی تسبیح اور اس کی حمد کی ساری مخلوقات کی تعداد کے برابر عرش عظیم کے وزن کے برابر اور اس کی ذات پاک رضا کے مطابق اور اس کے کلموں کی مقدار کے مطابق۔

افضل الذکر

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سو دفعہ کہا:

لا الہ الا اللہ وحدہ شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر۔

ترجمہ: نہیں ہی کوئی معبود سوائے اللہ کے، وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک ساجھی نہیں۔ فرمانروائی اسی کی ہے اور اسی کے لیے ہر قسم کی ستائش ہے اور ہر چیز پر اس کو قدرت ہے۔

تو وہ دس غلام آزاد کرنے کے ثواب کا مستحق ہوگا اور اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی غلط کاریاں محو کردی جائیں گی اور یہ عمل اس کے عمل سے افضل نہ ہوگا، سوائے اس آدمی کے جس نے اس سے بھی زیادہ عمل کیا ہو۔

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ چوتھا کلمہ دن میں یک سو بار پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ زندگی بھر کسی کا محتاج نہ بنائے گا اور قناعت کے خزانے سے یوں مالا مال فرمائے گا کہ کچھ بھی نہ ہونے کہ باوجود وہ ایسا خوش وخرم رہے گا جیسے دنیا کی ہر آسائش اور ضرورت اسے میسر ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا میں تم کو وہ کلمہ بتاؤں جو عرش کے نیچے سے اترا ہے اور خزانہ جنت میں سے ہے، وہ ہے: "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" جب بندہ دل سے یہ کلمہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

یہ بندہ (اپنی انانیت سے دستبردار ہو کر) میرا تابعدار اور بالکل فرمانبردار ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔" ننانوے بیماریوں کی دوا ہے جن میں سب سے کم درجہ کی بیماری فکر وغم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ "الحمد للہ لاشریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر" پڑھے تو اس کے لیے اجر عظیم کا وعدہ ہے اور صحیح مسلم کی دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ تسبیحات پڑھتا ہے اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگر چہ اتنے زیادہ ہوں جیسے سمندر کی موجوں کی جھاگ۔ (مسلم)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو رات کی بیداری کی مشکل نظر آئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے اس کو طبیعت میں بخل اور تنگی ہو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی ہمت نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ کثرت کے ساتھ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا کرے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سونے کا ایک پہاڑ فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ (ترغیب وترہیب وفضائل)

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو خطاب کر کے فرمایا: تم تسبیح (سبحان الملک القدوس) اور تہلیل (لا الہ الا اللہ) کو اپنے اوپر لازم کرو اور کبھی ان سے غفلت نہ کرو، ورنہ تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے فراموش (محروم) کردی جاؤ گی۔ (حصن حصین)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرا معاملہ بندہ کے ساتھ اس کے یقین کے مطابق ہے اور میں اس کے بالکل ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اور اگر وہ اپنے دل میں اس طرح یاد کرے کہ کسی اور کو خبر نہ ہو تو میں بھی اس کو اسی طرح یاد کروں گا۔ اور اگر وہ دوسرے لوگوں کے سامنے مجھے یاد کرے تو میں ان سے بہتر بندوں کی جماعت میں اس کا ذکر کروں گا۔ (یعنی ملائکہ کی جماعت میں اور ان کے سامنے) (صحیح مسلم و بخاری، معارف الحدیث)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نبی موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا کہ اے میرے رب مجھ کو کوئی کلمہ تعلیم فرما جس کے ذریعہ سے میں تیرا ذکر کروں۔ (یا کہا کہ جس کے ذریعہ سے میں تجھے پکاروں) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے میرے رب! یہ کلمہ تو سارے ہی بندے کہتے ہیں، میں تو وہ کلمہ چاہتا ہوں جو آپ خصوصیت سے مجھے ہی بتائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا سب کائنات جس سے آسمانوں کی آبادی ہے اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھیں تو لا الہ الا اللہ کا وزن ان سب سے زیادہ ہوگا۔ (شرح السنۃ للبغوی، معارف الحدیث)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ بندوں میں سب سے افضل اور قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے مقرب کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مرد کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے ہیں اور جو عورتیں (اسی طرح کثرت سے) ذکر کرنے والی ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ ابن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: اے اللہ کے پیغمبر! نیکی کے ابواب (یعنی ثواب کے کام) بہت ہیں اور یہ بات میری طاقت سے باہر ہے کہ میں ان سب کو بجالاؤں، لہٰذا آپ مجھے کوئی چیز بتا دیجئے جس کو میں مضبوطی سے تھام لوں اور اسی پر کاربند ہو جاؤں (اور بس وہی میرے لئے کافی ہو جائے) اسی کے ساتھ یہ بھی عرض ہے کہ جو کچھ آپ بتائیں وہ بہت زیادہ بھی نہ ہو کیونکہ خطرہ ہے کہ میں اس کو یاد بھی نہ

کرسکوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بس اس کا اہتمام کرو اور اس کی عادت ڈالو کہ) تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے۔ (جامع ترمذی معارف الحدیث)

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ آخری بات جس پر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (وہ عمل یہ ہے) کہ تمہیں اس حالت میں موت آئے کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔ (حصن حصین)

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ خدا کی قسم دنیا میں کچھ لوگ نرم گداز بستروں پر لیٹ کر بھی (سونے کے بجائے) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ جنت کے اعلیٰ درجات میں داخل فرمائے گا۔ (یعنی کوئی یہ نہ سمجھے کہ جب تک اسباب تعیش نہ چھوڑے ذکر اللہ سے نفع نہیں ہوگا۔)
(حصن، حصین، ابن حبان)

امام تفسیر وحدیث سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ صرف تسبیح وتہلیل اور زبانی ذکر پر منحصر نہیں، بلکہ ہر عمل جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کیا جائے وہ بھی ذکر اللہ میں داخل ہے بشرطیکہ نیت اطاعت کی ہو۔ اسی طرح دنیا کے تمام کاروبار داخل ہیں اگر ان میں شرعی حدود کی پابندی کا دھیان رکھا جائے۔ تو یہ سارے اعمال جو بظاہر دنیوی کام ہیں وہ بھی ذکر اللہ میں شامل ہوں گے۔ (اذکار نووی:۵)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے اور فرمایا کہ بعض اوقات میں چارپائی پر لیٹے ہوئے اپنا وظیفہ پورا کرلیتی ہوں۔
(کتاب الاذکار للنووی)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے۔ ان کو آسمان والے ایسا چمکدار دیکھتے ہیں جیسے زمین والے ستارے کو چمکدار دیکھتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ بازار گیا اور اس نے (بازار کی غفلت اور شوروشر سے بھرپور فضا میں دل کے اخلاص سے) کہا "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شی قدیر۔"

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تمام تعریف ہے وہ زندہ ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اسے کبھی بھی موت نہیں بہتری اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے ہزار ہا نیکیاں لکھی جائیں گی اور ہزار ہا گناہ محو کردیئے جائیں گے اور ہزار ہا درجے اس کے بلند کردیئے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے ایک شاندار محل تیار ہوگا۔ (معارف الحدیث، جامع ترمذی سنن ابن جامہ)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم میں دن میں ۷۰ دفعہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری، معارف الحدیث)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نشست میں شمار کرلیتے تھے کہ آپ سو سو دفعہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرتے تھے۔

"رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الغفور۔" (معارف الحدیث، مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابوداؤ، ابن ماجہ)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ آدمی خطاکار ہے اور خطا کار وہ بہت اچھے ہیں جو خطا و قصور کے بعد مخلصانہ توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوجائیں۔ (معارف الحدی، جامع ترمذی، ابن ماجہ، سنن ابی داؤد معارف الحدیث)

حضرت زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس بندے نے ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ و استغفار کیا تو وہ بندہ ضرور بخش دیا جائے گا۔ اگرچہ اس نے میدان جنگ سے بھاگنے کا گناہ کیا ہو۔ وہ یہ ہے:

استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ۔
(معارف الحدیث، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

استغفار کی برکات

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بندہ استغفار کو لازم پکڑ لے (یعنی اللہ تعالیٰ سے برابر اپنے گناہ کی معافی مانگتا رہے) تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے تنگی اور مشکل سے نکلنے اور رہائی پانے کا راستہ بنادے گا اور اس کی ہر فکر اور پریشانی کو دور کرکے کشادگی اور اطمینان عطا فرمائے گا اور اس کو ان طریقوں سے رزق دے گا جن کا اس کو خیال وگمان بھی نہ ہوگا۔ (سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، معارف الحدیث)

بار بار گناہ اور بار بار استغفار

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کسی بندہ نے گناہ کیا، پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے میرے مالک! مجھ سے گناہ ہوگیا مجھے معاف فرمادے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی مالک ہے جو گناہوں پر پکڑ بھی سکتا ہے اور معاف بھی کرسکتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کا گناہ بخش دیا اور اس کو معاف کردیا۔ اس کے بعد جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ بندہ گناہ سے رکا رہا اور پھر کسی وقت پھر کوئی گناہ کربیٹھا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا "اے میرے مالک ومولیٰ مجھ سے اور گناہ ہوگیا۔ تو مجھے معاف فرمادے اور میرے گناہ بخش دے! تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میرے بندے کو یقین ہے کہ اس کا کوئی مالک ومولیٰ ہے، جو گناہ معاف بھی کرسکتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔
(صحیح بخاری وصحیح مسلم، معارف الحدیث)

مرنے والوں کیلئے سب سے بہتر تحفہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر میں مدفون مردے کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے جو دریا میں ڈوب رہا ہو اور مدد کے لئے چیخ وپکار رہا ہو۔ وہ بے چارہ انتظار کرتا ہے ماں باپ یا بھن بھائی یا کسی دوست آشنا کی طرف سے دعائے رحمت ومغفرت کا تحفہ پہنچے جس کی طرف سے اس کو دعا کا تحفہ پہنچتا ہے تو وہ اس کو دنیا ومافیہا سے زیادہ عزیز ومحبوب ہوتا ہے اور دنیا میں رہنے بسنے والوں کی دعاؤں سے قبر کے مردوں کو اتنا عظیم ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے جس کی مثال پہاڑوں سے دی جاسکتی ہے۔ اور مردوں کے لئے زندوں کا خاص یہ ہدیہ ان کی لئے دعائے مغفرت ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی، معارف الحدیث)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں کسی مرد صالح کا درجہ ایک دم بلند کردیا جاتا ہے تو وہ جنتی بندہ پوچھتا ہے کہ اے پروردگار! میرے درجے اور مرتبہ میں یہ ترقی کس وجہ سے اور کہاں سے ہوئی؟ جواب ملتا ہے کہ تیرے واسطے تیری فلاں اولاد کے دعائے مغفرت کرنے کی وجہ سے۔
(مسند احمد، معارف الحدیث)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ عام مومنین ومومنات کے لئے ہرروز (۲۵ یا ۲۷ دفعہ) اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت کی دعا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں میں سے ہوجائے گا۔

(بقیہ۔۔۔۔ صفحہ ۳۰ پر)

خواتین کا وقار پردے میں مضمر ہے

مظاہر علی

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تزئین و آرائش اور حسن وجمال کے لئے انسان کو تخلیق کیا۔ اشرف المخلوقات نے کائنات میں رنگینی پیدا کردی۔ رونق بزم بہاراں انسان کے دم سے قائم ہوئی۔ پھولوں میں خوشبو' خوشبو میں مہک' عورت کے قدم سے پیدا ہوئی۔ حضرت آدمؑ کی پسلی سے حوا کو پیدا کیا گیا تو عورت کا وجود اس دنیا میں آیا عورت صنف نازک ہونے کی وجہ سے ابتداء سے ہی پردہ کرتی آئی ہے۔ سب سے پہلا پردہ حضرت آدم اور اماں حوا نے پتوں سے کیا ''انسان نے ہر دور میں اپنے جسم کو چھپانے کے لئے مختلف طریقوں سے پردہ کیا۔

پردے سے مراد ایسا لباس ہے جس سے خواتین اپنی آرائش وزیبائش کو چھپاتی ہیں۔

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اسلام نے زندگی کے ہر پہلو پر انسان کی رہنمائی کی ہے۔ اسے اچھائی اور برائی میں تمیز کرنا سکھائی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں پردے پر اتنی توجہ نہیں دی جاتی تھی جس کی وجہ سے معاشرے میں بہت سی اخلاقی برائیوں کو پروان چڑھنے کا موقع ملا۔ قرآن مجید میں پردے کا واضح حکم دیا گیا۔ ترجمہ ''اے نبی کہہ دیجئے اپنی عورتوں کو اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں تاکہ کوئی انہیں نہ ستائے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اس آیت کا نزول اس وقت ہوا جب غیر مسلم مرد مسلمان عورتوں کو تنگ کرتے تھے اور جب ان سے پوچھا جاتا تو کہتے کہ ہمیں مسلمان عورتوں کی پہچان نہیں ہوتی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو پردے کا حکم دیا اور تب سے ہی مسلمان عورتوں پر پردہ واجب ہوگیا۔

پردہ عام طور پر دو طرح کی وجوہات کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ شرعی پردہ اور رسمی پردہ۔ شرعی پردے سے مراد ایسا پردہ ہے جس کا حکم اسلام نے دیا ہے اور مسلمان عورتیں شرعی پردہ کرتی ہیں۔ اس میں لباس کے ساتھ ساتھ نگاہوں اور زبان کا پردہ بھی شامل ہے۔ مسلمان عورتیں اپنے جسم اور بالوں کو مختلف طرح کے لباس اور اوڑھنیوں سے چھپاتی ہیں۔ یہ لباس اوڑھنیاں مختلف اقسام کی ہوتی ہیں۔

برقعہ

برقعے سے مراد ایسا لباس ہے جو پورے جسم کے پردے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ایران اور سعودی عرب میں خواتین پر برقعے سے پردہ کرنا لازم ہے۔ ایران میں اگر کوئی عورت پردے کے بغیر پھرتی نظر آئے تو اسے جرمانہ یا باز پرس کی جاتی ہے۔ سعودی عرب میں بھی پردے کی بہت پابندی کی جاتی ہے۔ پاکستان میں بھی کچھ خواتین برقع اوڑھتی ہیں۔

چادر

سے مراد بڑے سائز کا دوپٹہ ہے جو کہ جسم کے لئے حجاب کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ زیادہ تر پاکستانی خواتین چادر اور دوپٹے کا استعمال کرتی ہیں اور اس سے پردہ کرتی ہیں۔

اسکارف

اسکارف ایک ایسی اوڑھنی ہے جو سر کے بالوں کو چھپانے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ عام طور پر اسکول و کالجز کی نوجوان لڑکیاں اسکارف کا زیادہ استعمال کرتی ہیں۔ مختلف طرح کے رنگ برنگے اسکارف بازاروں میں عام بکتے ہیں اور لڑکیوں کی دلچسپی کا مرکز ہیں۔

دوپٹہ یا اوڑھنی

دوپٹے کا استعمال عام ہے۔ پاکستان کی تقریباً تمام خواتین جسم کو ڈھانپنے کیلئے دوپٹے کا استعمال کرتی ہیں اور یہ پاکستانی لباس کا ایک حصہ ہے۔ فیشن کے مطابق مختلف رنگوں اور انداز کے دوپٹے اور اوڑھنیاں لباس کے ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں۔

موجودہ دور میں رسمی پردہ بھی کیا جاتا ہے بعض خواتین فیشن کے طور پر اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لئے رسمی پردہ کرتی ہیں۔ موجودہ دور میں فیشن کی وباء بہت پھیل گئی ہے اور پردہ جو کہ ماضی میں اسلام کے حکم کے مطابق کیا جاتا تھا اور جس کا مقصد جسم کو چھپانا تھا۔ اب فیشن کے مطابق جسم کو نمایاں کرنے کے لئے استعمال ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں بہت باریک کپڑے کا استعمال کیا جاتا ہے اور اس پر اس قدر آرائش وزیبائش کی جاتی ہے کہ وہ مرکز نگاہ بنا دیتا ہے۔

پردے کا اصل مقصد جسم کو چھپانا ہے۔ لہٰذا پردے کے لئے ایسا لباس استعمال کرنا چاہئے جس سے جسم کی نمائش نہ ہو اور وہ خواتین کو نمایاں نہ کرے۔ لیکن ہمارے ہاں اکثر خواتین نمایاں ہونے کے لئے پردے کا استعمال کرتی ہیں کیونکہ فیشن وقت کی ضرورت بن گیا ہے اور اگر کوئی فیشن کے مطابق لباس نہیں پہنتا تو اسے دقیانوسی سمجھا جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ خواتین اپنی سوچ میں تبدیلی پیدا کریں اور پردے کے اصل مقصد کے پیش نظر اس کا استعمال کریں۔ کیونکہ پردہ وہی خواتین کو عزت واحترام دینے کا باعث ہے اور دین ودنیا میں خواتین کی فلاح وبہبود کا سبب ہے۔ ●●

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف دس روپے اور سالانہ خریداری ۱۰۰ روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم ''ادارہ رضوان'' کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تاکہ یاددہانی ہو سکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ ''رضوان'' خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرما دیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی دکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور ''رضوان'' کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کے لئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

علم اور علماء کی تعظیم

علم کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر شخص کھلی آنکھوں سے علم کے فوائد و ثمرات دیکھ رہا ہے اور علم کی یہ اہمیت و افادیت کوئی نئی نہیں بلکہ ابتداء سے ہی ہے۔ علم کی فضیلت و اہمیت کے لئے صرف یہی ایک بات کافی ہے کہ علم اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ میں سے ایک ہے علم ہی کی بدولت انسان کو دوسری مخلوق پر فوقیت اور برتری حاصل ہوئی علم کی اہمیت ہی کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغام اور لافانی کلام قرآن کریم کی سب سے پہلی وحی میں اس کا ذکر فرمایا:

"سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔"

علم کے ذریعے ایک عام آدمی کو بھی اونچے سے اونچا مقام و مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے، اہل علم کو عام لوگوں کے مقابلے میں ایک امتیازی شان اور منفرد مقام حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

"اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں اور علم والوں کے درجات بلند فرمائے گا۔" (المجادلہ)

"آپ کہہ دیجئے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟" (الزمر)

علم کی یہ اہمیت و فضیلت جس کا اوپر تذکرہ ہوا وہ علم حقیقی یعنی علم دین کے ساتھ خاص ہے، جو دنیا و آخرت دونوں جہاں کی کامیابی کا ضامن ہے لہٰذا علم دین کو کس قدر قابل اعتنا لائق تعظیم ہونا چاہئے؟ اس کو ہر صاحب عقل و شعور شخص سمجھ سکتا ہے۔ ہمارے اسلاف نے جہاں علم کے حصول میں طرح طرح کی قربانیاں دیں اور عظیم مجاہدے کئے وہیں علم کی تعلیم اور اہل علم حضرات کے احترام کی ایسی زندہ جاوید مثال قائم کر دی جس کی نظیر ملنا مشکل ہے اور علم و علماء کی اسی تعظیم کی بناء پر وہ لوگ علم کے انوار و برکات سے خوب خوب مستفیض ہوئے۔ عبرت کے لئے علم و علماء کی تعظیم سے متعلق بعض واقعات نقل کئے جاتے ہیں تاکہ انہیں پڑھ کر ہمیں بھی علم اور علماء کی تعظیم کا شوق پیدا ہو۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم

امام مالکؒ مشہور محدث و فقیہ ہیں آپؒ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپؒ حدیث شریف بیان کرنے کا ارادہ کرتے تو وضو کرتے، داڑھی میں کنگھی کرتے اور بہترین اور عمدہ فرش پر انتہائی باوقار طریقہ پر بیٹھ کر حدیث بیان فرماتے۔ آپؒ کے اس قدر اہتمام کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؒ نے فرمایا "مجھے پسند ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کروں اور صرف وضو ہونے کی حالت ہی میں حدیث بیان کروں" اسی طرح آپ راستہ چلتے ہوئے یا کھڑے کھڑے یا جلدی میں حدیث بیان کرنے کو ناپسند کرتے کیونکہ یہ خلاف ادب ہے اور آپؒ مدینہ منورہ میں اپنے ضعف کبر سنی کے باوجود کسی سواری پر سوار ہو کر نہیں چلتے تھے اور فرماتے کہ جس شہر پاک میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر مدفون ہے وہاں میں سوار ہو کر نہیں چل سکتا۔

یہ ایک مثال تھی جس سے معلوم ہوتا ہے ہمارے اسلاف کے دلوں میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی محبت و عظمت تھی اور اس کا کتنا زیادہ ادب و احترام تھا، اب ہم بھی اپنا جائزہ لیں کہ آج ہمیں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا پاس و لحاظ ہے۔

خلیفہ وقت اور علم کی قدر و منزلت

ابو معاویہ الضریرؒ ایک بڑے محدث تھے، آپ نابینا تھے جس کی وجہ سے آپ کا لقب الضریر (نابینا) تھا، ہارون رشید علم کی بناء پر آپ کا بہت زیادہ احترام کرتا تھا، ایک مرتبہ آپ خلیفہ وقت ہارون رشید کے یہاں

کھانے پر مدعو تھے، جب کھانے کے لئے گئے تو ایک آدمی نے پانی ڈال کر ہاتھ دھلائے بعد میں ہارون رشید نے پوچھا کہ "کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کا ہاتھ دھلانے کے لئے کون پانی ڈال رہا تھا؟" آپ نے فرمایا کہ "مجھے معلوم نہیں" تو خلیفہ وقت نے بتایا کہ میں ہی پانی ڈال رہا تھا اور ایسا صرف علم کی تعظیم کی وجہ سے کیا ہے۔

علماء کی تعظیم

حضرت عبداللہ بن عباسؓ مشہور صحابی، زبردست عالم و فقیہ اور قرآنی علوم کے ماہر تھے۔ حضرت شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ (جو مشہور فقہاء صحابہ میں سے تھے) کی رکاب تھام لی، حضرت زید نے فرمایا کہ "آپ میری رکاب پکڑے ہوئے ہیں؟ جب کہ آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ خود عظیم المرتبت اور لائق احترام ہیں، ایسا کیوں کر رہے ہیں؟" تو حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ "ہم علماء کے ساتھ ایسا ہی ادب و احترام کا معاملہ کرتے ہیں۔" (حیات السابقین)

استاذ کا ادب و احترام

بادشاہ وقت مامون نے اپنے دونوں شہزادوں کو نحو کی تعلیم دینے کی خدمت میں مشہور نحوی ابوزکریا فراءؒ کے سپرد کی۔ امام فراءؒ دونوں شہزادوں کو نحو کی تعلیم دینے لگے۔ اتفاق سے ایک دن امام فراءؒ اپنی کسی ضرورت سے اٹھے تو دونوں شہزادے امام فراءؒ کے جوتوں کی طرف دوڑے کہ انہیں استاذ کے سامنے پیش کریں، دونوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ میں استاد کی خدمت میں جوتا پیش کروں، اس کے لئے وہ آپس میں جھگڑ پڑے، پھر وہ اس بات پر باہم رضامند ہوگئے کہ دونوں ایک ایک جوتا پیش کریں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

ادھر یہ واقعہ پیش آیا ادھر مامون کو خبر ہوگئی۔ چنانچہ مامون نے آدمی بھیج کر امام فراءؒ کو بلایا، جب امام فراءؒ آگئے تو مامون نے ان سے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت کون ہے؟ امام فراءؒ نے جواب دیا کہ میں امیرالمومنین سے زیادہ باعزت کسی کو نہیں جانتا۔ مامون نے جواب دیا نہیں! زیادہ عزت والا تو وہ ہے جس کے کھڑے ہونے پر دو دو ولی عہد اس کے جوتے پیش کرنے کے لئے جھگڑتے ہیں، یہاں تک کہ وہ ایک ایک جوتا پیش کرنے پر راضی ہو جاتے ہیں۔ ●

بقیہ عوام کیلئے علماء کی اتباع کا اصول

کوئی مقدمہ پیش آتا ہے تو اچھے سے اچھا وکیل بیرسٹر ڈھونڈ لاتے ہیں کوئی مکان بنانا ہے تو اعلیٰ سے اعلیٰ آرکیٹکٹ اور انجینئر کا سراغ لگا لیتے ہیں، لیکن دین کے معاملہ میں ایسے سخی ہیں کہ جس کی داڑھی اور کرتہ دیکھا اور کچھ الفاظ بولتے ہوئے سن لیا، اس کو مقتدا، عالم، مفتی، رہبر بنا لیا، بغیر اس بات کی تحقیق کئے کہ اس نے باقاعدہ کسی مدرسہ میں بھی تعلیم پائی ہے یا نہیں؟ علماء ماہرین کی خدمت میں رہ کر علم دین کا کچھ ذوق پیدا کیا ہے یا نہیں کچھ علمی خدمات کی ہیں یا نہیں سچے بزرگوں اور اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر کچھ تقویٰ و طہارت پیدا کی ہے یا نہیں؟

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں جو لوگ دین کی طرف متوجہ بھی ہوتے ہیں ان کا بہت بڑا حصہ جاہل واعظوں اور دوکاندار پیروں کے جال میں پھنس کر دین کے صحیح راستہ سے دور جا پڑتا ہے ان کے علم دین صرف وہ کہانیاں رہ جاتی ہیں جن میں نفس کی خواہشات پر زد نہ پڑے وہ خوش ہیں کہ ہم دین پر چل رہے ہیں اور بڑی عبادت کر رہے ہیں مگر حقیقت میں وہ ہوتی ہے جس کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے "وہ لوگ جن کی سعی و عمل دنیا ہی میں برباد ہو چکی ہے اور وہ اپنے نزدیک یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے بڑا اچھا عمل کیا ہے۔"

خلاصہ!

یہ ہے کہ قرآن کریم نے ان منافق یہودیوں کا حال سمّٰعون للکذب کے لفظوں میں بیان کر کے ایک اہم اور بڑا اصول بتلا دیا کہ عوام کو علماء کی پیروی تو ضروری ہے مگر ان پر لازم ہے کہ بلا تحقیق کسی کو عالم و مقتدا نہ بنالیں اور ناواقف لوگوں سے غلط سلط باتیں سننے کے عادی نہ ہو جائیں۔ ●●

مولانا قمر الزماں ندوی
استاذ مدرسہ نور الاسلام کنڈہ پرتاپ گڑھ

دسترخوان نبویؐ ایک جائزہ

عمرو بن سلمہ لڑکپن میں آنحضورؐ کی زیر تربیت تھے۔ عمرو بن سلمہ ام المومنین ام سلمہ کے پہلے شوہر ابو سلمہ کے پہلے لڑکے تھے۔ آنحضرتؐ اولاد کی طرح ان کی تربیت کا خیال رکھتے تھے۔ یہی عمرو بن سلمہ روایت کرتے ہیں کہ کھانے کے وقت میرا ہاتھ پوری پلیٹ میں چکر کھایا کرتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا بسم اللہ پڑھو۔ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اور قریب یعنی پلیٹ کا جو کنارہ ہمارے سامنے ہے۔ وہیں سے کھاؤ۔ ساری پلیٹ میں ہاتھ نہ گھماؤ۔ لیکن یہ ادب اس وقت ہے جب کھانا ایک قسم کا ہو۔ اگر برتن کے اندر مختلف قسم کی چیزیں رکھی ہیں، تو اس صورت میں اپنی پسند اور مطلب کی چیز لینے کے لئے ہاتھ ادھر ادھر دائیں بائیں جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ حضرت عکراشؓ ایک صحابی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ کسی جگہ دعوت میں تشریف لے جانے لگے تو انہوں نے مجھے بھی ساتھ لے لیا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو دسترخوان پر ثرید لایا گیا۔ جب میں نے ثرید کھانا شروع کیا تو میں نے بسم اللہ نہیں پڑھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ کھانا کھانے سے پہلے اللہ کا نام لو۔ اور بسم اللہ پڑھو۔ اس کے بعد دوسری غلطی مجھ سے یہ ہوئی کہ میں کھانے کے دوران ایک نوالہ یہاں سے لیتا۔ دوسرا آگے سے لیتا، کبھی ادھر سے اور کبھی ادھر سے آپؐ نے جب میری یہ حرکت دیکھی تو آپؐ نے فرمایا، اے عکراش، اپنے سامنے سے کھاؤ، اس لئے کہ ایک ہی قسم کا کھانا ہے۔ چنانچہ میں نے ایک ہی جگہ سے کھانا شروع کردیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو ہمارے سامنے ایک بڑا تھال لایا گیا، جس میں قسم قسم کی کھجوریں تھیں، چونکہ حضورؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تلقین فرمائی تھی کہ اپنے سامنے سے کھانا چاہئے اس لئے میں صرف اپنے سامنے کی ہی کھجوریں کھاتا رہا۔ اور میں نے دیکھا کہ آنحضورؐ کا ہاتھ کبھی یہاں جارہا ہے اور کبھی وہاں جارہا ہے۔ جب آپؐ نے مجھے دیکھا کہ میں ایک ہی جگہ سے کھا رہا ہوں تو آپؐ نے فرمایا اے عکراش! اب جہاں سے چاہو کھاؤ اس لئے کہ یہ کھجوریں مختلف قسم کی ہیں، اب الگ الگ جگہ سے کھانے میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا، اور نہ کسی کھانے کی برائی کی۔ اگر کھانے کی خواہش ہوئی تو کھالیتے اور اگر کھانے کی خواہش نہ ہوتی تو اس کو چھوڑ دیتے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے رسولؐ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم کھاتے ہیں لیکن آسودگی نہیں ہوتی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو، صحابہ نے عرض کیا، جی ہاں، آپؐ نے فرمایا مل کر کھایا کرو، اور اللہ کے نام کا ذکر بھی کیا کرو۔ تمہارے کھانے میں برکت ہوگی، ایک دفعہ ایک صحابیؓ نے دریافت کیا کہ آپس میں محبت اور میل جول بڑھانے کا عملی طریقہ کیا ہے۔ آپؐ نے حکیمانہ جواب دیتے ہوئے فرمایا مل جل کر کھایا کرو، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دسترخوان پر مل جل کر کھانے سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ اور بڑے سے بڑا دشمن کا بھی ایک ساتھ کھانے سے دشمنی کا جذبہ سرد پڑ جاتا ہے۔

ایک حدیث میں آپؐ کے بارے

میں آتا ہے۔ کہ آپؐ نے تمام عمر چپاتی نہیں کھائی، آپ اکثر زمین پر دسترخوان بچھا کر کھانا تناول فرماتے، عام طور پر گھٹنوں کے بل یا اکڑوں بیٹھ کر جانا کھاتے، ٹیک لگا کر یا سہارا لگا کر کھانا نہ کھاتے تھے، کھانا تین انگلیوں سے کھاتے، بسم اللہ سے شروع کرتے اللہ کی حمد اور تعریف پر ختم فرماتے، کھانا میں عام اصول آپ کا یہ تھا کہ جو حلال غذا سامنے رکھ دی جاتی، آپؐ اسے تناول فرمالیتے، البتہ اگر طبعاً کوئی چیز مرغوب نہ ہوتی تو اسے نہ کھاتے، سامنے سے کھاتے، ادھر ادھر ہاتھ نہ بڑھاتے، عموماً بھوک رکھ کر کھانا کھاتے، آپؐ یہ بھی فرماتے کہ مومن کی شان یہ ہے کہ غذا کم کھایا کرے۔ جن کھانوں سے آپ کو زیادہ رغبت تھی، ان میں سے چند یہ ہیں۔

گوشت : گوشت صحت کے لئے مفید غذا ہے۔ آنحضرتؐ کھانے میں گوشت پسند فرماتے تھے، آپؐ نے فرمایا دنیا والوں اور جنت والوں دونوں کے کھانے کا سردار گوشت ہے، کتب احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریمؐ نے بھیڑ، دنبہ، اونٹ، گائے، مرغ اور مچھلی کا گوشت کھایا ہے۔ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا دنیا اور آخرت میں بہترین سالن گوشت ہے۔ آنحضرتؐ دست کے گوشت کو زیادہ پسند فرماتے تھے، اس طرح ایک روایت کے مطابق کاندھے کا گوشت بھی حضور کو سب سے زیادہ پسند تھا، آنحضرتؐ سے پرندوں کا گوشت استعمال کرنا بھی ثابت ہے۔ دست کا گوشت آپؐ اس لئے پسند فرماتے تھے کہ دست کا گوشت جلد گل جاتا ہے۔

ثرید و حلوہ : ثرید آنحضورؐ کو بہت مرغوب تھی، ثرید اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو شوربے یا پتلی دال میں روٹی بھگو کر تیار کیا جاتا ہے۔ ثرید کی ایک قسم اور ہے۔ جو میٹھی ہوتی ہے۔ اس کو حلوہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ستو میں خشک کھجور اور گھی ملا کر مالیدے کی طرح بنایا جاتا ہے۔ آپؐ دوسرے کھانوں پر ثرید کو فضیلت دیتے تھے، اور اسے کھانے کا سردار کہتے تھے۔

کدو : نبی اکرمؐ کو سبزیوں میں سب سے زیادہ کدو (لوکی) پسند تھا، حضرت انسؓ راوی ہیں کہتے ہیں کہ ایک درزی نے آنحضرتؐ کی دعوت کی، کھانے میں جو کی روٹی، اور شوربہ پیش کیا، شوربہ میں کدو اور گوشت تھا، میں نے دیکھا کہ اللہ کے نبیؐ پیالے کے کناروں سے کدو کے ٹکڑے تلاش کرکے نکال لیتے اور تناول فرماتے، اس دن سے ہی میں کدو کے بغیر کھانا نہیں کھایا، رسولؐ کثرت سے کدو (لوکی) کا استعمال فرماتے تھے، رسولؐ نے فرمایا کہ لوکی کھاؤ، یہ دماغ کو تقویت دیتا ہے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا، اے عائشہؓ جب تم ہانڈی پکانے کے لئے تیار کرو، تو اس میں زیادہ مقدار میں کدو ڈال دو، اس لئے کہ کدو، دلوں کو مضبوط کرتا ہے۔

سرکہ : آنحضرتؐ کو سرکہ بھی پسند تھا، حضرت جابرؓ روایت ہیں کہ حضورؐ ایک مرتبہ اہل خانہ سے دریافت فرمایا کہ کوئی سالن ہے، تو اندر سے آواز آئی سرکہ کے سوا کچھ نہیں ہے تو آپؐ نے فرمایا وہی لے آؤ، اور تناول فرمایا، آپؐ کھاتے جاتے اور فرماتے سرکہ کتنا اچھا سالن ہے سرکہ کتنا اچھا سالن ہے۔ آپؐ نے فرمایا جس گھر میں سرکہ ہو وہ لوگ غریب (بھوکے) نہیں (ترمذی) آپؐ فرماتے تھے، بہترین سالن سرکہ ہے۔ اے اللہ تو سرکہ میں برکت ڈال یہ مجھ سے پہلے نبیوں کا سالن تھا، اور وہ گھر غریب نہ ہوگا جہاں سرکہ ہوگا۔

پنیر : حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر حضورؐ کی خدمت میں پنیر پیش کیا گیا تو آپؐ نے چھری طلب کی اور اس سے بسم اللہ پڑھ کر پنیر کاٹا اور آپؐ نے استعمال فرمایا۔ الغرض کھانوں میں سے پنیر بھی آنحضورؐ کو پسند تھا۔

شہد : صحت بخش غذا ہے۔ قرآن نے اسے شاف للناس کہا ہے، بہت سی بیماریوں کی دوا ہے شہد کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ حضورؐ کے اس قول وارشاد سے لگایا جاسکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا دو چیزوں سے صحت حاصل کرو۔ شہد اور قرآن سے، آپؐ نے متعدد مریضوں کے لئے شہد

کو بطور دوا تجویز فرمایا، ایک صحابیؓ نے اپنے بھائی کے پیٹ میں درد ہونے کی شکایت کی، آپؐ نے فرمایا اسے شہد پلاؤ، وہ شخص چلا گیا اور پھر واپس آکر عرض کرنے لگا کہ میں نے شہد پلایا لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا، نبی اکرمؐ نے پھر شہد پلانے کا حکم دیا، دو تین بار ایسا ہی ہوا، جب چوتھی بار آیا تو آپؐ نے فرمایا۔ اللہ نے سچ فرمایا ہے۔ اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، اس ارشاد کو سن کر وہ شخص چلا گیا اور پھر شہد پلایا، اور وہ صحت یاب ہوگیا۔

کھجور اور چھوہارا :

کھجور ایک بہترین غذا اور عمدہ میوہ ہے۔ قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس کا ذکر موجود ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص روزانہ صبح کو سات عمدہ کھجوریں کھالیا کرے، اسے اس دن جادو اور زہر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، ایک صحابی اور صحابیہ کا بیان ہے کہ ہم نے نبی اکرمؐ کی خدمت میں مکھن اور تازہ کھجوریں پیش کیں۔ اور آپ مکھن اور کھجور کو پسند فرماتے تھے۔ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا جس گھر میں (چھوہارا) کھجور نہ ہو اس کے رہنے والے بھوکے ہیں۔ یزید بن الدعود ایک صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ آنحضورؐ کے دست مبارک میں جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا ہے۔ آپؐ نے اس پر چھوہارا رکھا۔ اور فرمایا یہ اس کا سالن ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ آپؐ پکی ہوئی تازہ کھجور (رطب) سے روزہ افطار کرتے تھے۔ اگر وہ نہ ہوتی تو پرانی کھجور (تمر) سے اور اگر وہ بھی نہ ہو تو پانی اور ستو سے۔ ایک موقع پر کھجور کی غذائی اہمیت بتاتے ہوئے آپؐ نے فرمایا صبح نہار منھ کھجوریں کھایا کرو، کہ ایسا کرنے سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں۔ عجوہ کھجور کے بارے میں آپؐ کا ارشاد ہے عجوہ کھجوریں ہر بیماری سے شفا ہے، نہار منھ کھانے سے یہ زہروں کا تریاق ہے۔ (مسلم)

دودھ : نبی اکرمؐ کو دودھ بھی بہت پسند تھا۔ کبھی خالص دودھ نوش فرماتے، کبھی اس میں پانی ملالیتے، آپؐ اکثر بکری کا دودھ استعمال فرماتے اور گائے کا بھی۔ گائے کے دودھ کے متعلق آپؐ نے فرمایا۔ گائے کا دودھ استعمال کرو، اس میں شفا ہے۔ اور اس کے گھی میں دوا کی تاثیر ہے اور اس کے گوشت میں بیماری ہے۔ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا میں دودھ کے علاوہ دوسری چیز نہیں جانتا جو کھانے پینے دونوں کے لئے کافی ہو۔ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا گائے کا دودھ ایک علاج ہے۔ اور اس سے بنا ہوا مکھن (گھی) ایک دوا ہے۔ بخاری اور مسلم کی متعدد احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرمؐ اکثر دودھ نوش فرماتے تھے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آج سے چودہ سو سال قبل نبی اکرمؐ نے جن غذاؤں کی افادیت بتائی آج بھی اس کی افادیت مسلم ہے۔ سائنس نے بھی اس کی تصدیق کردی ہے۔ کہ زندگی اور صحت کی تندرستی کے لئے جن غذاؤں کی نشاندہی اسلام نے کی ہے۔ اور جس کی افادیت واہمیت آپؐ نے بتائی ہے وہ صحت اور زندگی کے لئے لازمی ہے۔ ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ آپؐ جن غذاؤں کو پسند فرماتے تھے، ہم بھی ان کو پسند کریں، کیونکہ یہ بھی حضورؐ کی پیروی کا ایک حصہ ہے۔ اللہ ہم سب کو نبوی غذا استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ .... تسبیحات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور جن کی برکت سے دنیا والوں کو رزق ملتا ہے۔ (اللھم اغفر للمومنین والمومنات والمسلمین و المسلمات)

ترجمہ: اے اللہ! تمام مومنین اور مومنات اور تمام مسلمین ومسلمات کی بخشش فرما۔

ایک مختصر سا استغفار جو یاد رکھنے میں آسان اور پڑھنے میں کم وقت طلب اور ثواب سے لبالب ہے یہ ہے۔

"استغفر اللہ تعالیٰ من کل ذنب واتوب الیہ"۔

ترجمہ: "میں اپنے اللہ سے جو میرا پروردگار ہے، اپنے تمام گناہوں اور خطاؤں کی معافی مانگتا اور توبہ کرتا ہوں۔" ●

مولانا حذیفہ دستانوی
(جامعہ اشاعت العلوم، اکل کوا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

ہر طبقہ بشر کیلئے بہترین نمونہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ مسلمان ہی نہیں ساری انسانیت کے ہر طبقہ کے لئے بہترین نمونہ ہے، اسی لئے قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ "لکم" اور "اسوۃ" دونوں میں عموم ہے، یعنی تم سب کے لئے، چاہے امیر ہو یا غریب، معلم ہو یا متعلم، نوجوان ہو یا بوڑھا، بچہ ہو یا ادھیڑ عمر، شوہر ہو یا باپ، فاتح ہو یا مفتوح، غالب ہو یا مغلوب، بادشاہ ہو یا رعایا، امام ہو یا مقتدی، واعظ ہو یا یتیم، بہر حال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر ایک کے لئے ایسا نمونہ ہے کہ جس پر چل کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو سکتی اور انسان دارین کی کامیابیوں سے ہم کنار ہوسکتا ہے۔

جب تک امت نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آئیڈیل بنائے رکھا، امت کامیابی و کامرانی کی عزت و وجاہت کی منزل کو طے کرتی گئی اور جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اعراض کیا پستی اور تنزلی کی طرف آنے لگی۔ اگر کوئی کہے کہ مسلمان تعلیم اور ٹیکنالوجی نہ حاصل کرنے کی وجہ سے یا مال و دولت کی کمی کی وجہ سے قیادت وسیادت سے ہاتھ دھو بیٹھا تو یہ اس کی حماقت اور بے وقوفی ہے، اس لئے کہ جن مسلم ممالک نے تعلیم و ٹیکنالوجی حاصل کی وہ بھی آج تک ترقی کو نہیں پہنچ سکے۔ کیا آپ نے ترکی اور ایران، ملیشیا، ترکستان، پاکستان لیبیا، شام کو نہیں دیکھا، کیا انہوں نے ٹیکنالوجی حاصل کرکے دنیا میں اپنا مقام نہیں بنایا، کیا روشن خیالی اور مغربیت کے نعرے نے ترکی کو کسی بھی میدان میں عزت سے ہمکنار کیا؟ اللہ تعالیٰ امت کی کمان اتاترک جیسے لوگوں سے حفاظت فرمائے اور کسی بھی اسلامی ملک کو گمراہ رہبروں سے دوچار نہ کرے جو سنت نبویؐ کے خلاف کھلے عام بغاوت کا اعلان کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف ارشاد فرمایا: "لا یصلح آخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولہ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی اس امت کے آخری دور کے افراد کی فلاح و صلاح اسی چیز سے ہوسکتی ہے جس سے پہلے لوگوں کی ہوئی اور آپ جانتے ہیں کہ صحابہؓ اور ہمارے اسلاف کو کامیابی سنت نبویؐ پر چل کر ہی ملی۔ کیا ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پاس کوئی ٹیکنالوجی تھی؟ نہیں نہیں! وہ بیچارے اس زمانے کے صحیح ہتھیاروں سے بھی عاری تھے، مگر سنت پر چل کر ان کی دو سو کی جماعت بھی ہزار کو، دس ہزار کی جماعت اس زمانہ کی سپر پاور قیصر و کسریٰ کی مسلح فوجوں کو بھی شکست و ہزیمت سے دوچار کردیتی تھی۔ ذرا ہمارے صحابہؓ اور اسلاف کی تاریخ کی ورق گردانی کرکے دیکھو تو معلوم ہوجائے گا کہ ان کی کامیابی کا راز سنت نبویؐ کے علاوہ اور اسوۂ نبوی علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کے علاوہ کوئی چیز نہیں۔ لہٰذا ہم یہاں پر صرف ہر طبقہ کے افراد کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مراحل کی نشاندہی کرنا چاہیں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کون حصہ کس طبقہ بشر کے لئے مشعل راہ ہے۔ تو آیئے میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو مرحلہ وار اور معلوم کرکے آج ہی اس پر عمل پیراں ہونے کا پختہ عظم کریں۔

اللہ رب العزت ہم مسلمانوں کو تمام گمراہ

لوگوں کی پیروی سے نکال کر سنت نبوی علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ و سلام کی اتباع کرنے کی حتی الامکان توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

میرے نبی کی زندگی کا نقشہ

۱- اے مسلمان! اگر تو صاحب ثروت اور مالدار ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ جس میں آپؐ نے بعثت سے پہلے حجاز اور شام کے درمیان تجارت کی اور اسی طرح ان ایام کا بھی مطالعہ کر جس میں آپؐ بحرین کے خزانہ کے مالک بن گئے۔ اس لئے کہ آپؐ نے تجارت میں نہ کسی کو دھوکہ دیا، نہ کسی سے جھوٹا کلام کیا اور نہ حرام کمائی کے قریب بھی گئے اور نہ کبھی وعدہ شکنی کی اور نہ کبھی شریک کے ساتھ خیانت کی، گویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر مسلمان تاجر اور مالدار کے لئے قابل تقلید ہے۔

۲- اور اگر اے مسلمان! تو تہی دست وتہی دامن ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ان ایام کا مطالعہ کر جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں محصور کردیئے گئے تھے اور ان ایام کا بھی مطالعہ کریں جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آکر گذارے۔ ایسے سخت حالات آئے کہ کبھی فاقہ کی نوبت تک آجاتی، مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے سامنے ہاتھ دراز نہ فرماتے تھے، بلکہ صبر وتحمل سے کام لیتے تھے، لہٰذا غریبوں کے لئے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قابل تقلید ہے۔

۳- اور اگر اے مسلمان! تو بادشاہ ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ان ایام کا مطالعہ کر جس میں آپ پورے جزیرۃ العرب پر قابض ہوگئے، مگر آپؐ نے کبھی بھی کسی پر ظلم نہیں کیا، نہ کسی سے مال ظلماً لیا اور نہ کسی کو ظلماً قتل کیا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار اپنے جانی دشمنوں کو معاف کردیا، صرف معاف ہی نہیں کیا ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا۔

۴- اور اے مسلمان! اگر تو کسی ملک میں رعایا کی حیثیت سے آباد ہے تو مطالعہ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ان ایام کا جس کو آپؐ نے مکہ میں گذارے، نہ کبھی چوری ڈکیتی کی، نہ کسی کو ستایا، بلکہ ظالموں کے ظلم پر صبر کرتے رہے اور یتیموں مسکینوں اور ضعیفوں کی نصرت کرتے رہے، اسی لئے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا تھا: واللہ لا یخذیک اللہ ابداً۔ اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی بھی رسوا نہ کرے گا، کیونکہ آپ مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں، یتیم وغریبوں کی مدد کرتے ہیں، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت سے پہلے بھی لوگ الصادق الامین کہتے تھے۔ معلوم ہوا کہ رعایا کے لئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم قابل تقلید ہیں۔

۵- اور مسلمان اگر کوئی فاتح ہے تو مطالعہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایام کا جب آپ نے مکہ کو فتح کیا اور جانی دشمنوں کے بارے میں بھی اعلان کردیا: "لاتثریب علیکم الیوم" اے اہل مکہ! آج تم پر کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ معلوم ہوا فاتح کے لئے حضور صلی اللہ علیہ نمونہ ہیں، نہ کہ امریکہ اور روس اور نہ برطانیہ۔

۶- اور اے مسلمان! اگر تو شکست خوردہ (اللہ تیرے لئے کبھی بھی شکست مقدر نہ کرے)، تب بھی مطالعہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ان ایام کا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم احد میں ابتداءً شکست سے دوچار ہوئے مگر کوئی آہ واویلا نہ کیا۔

۷- اے مسلمان! اگر تو معلم اور استاد ہے تب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ان ایام کا مطالعہ کر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بیت ارقم بن ارقم میں اور مدینہ آنے کے بعد مسجد نبویؐ اور صفہ میں صحابہؓ کو دین سکھاتے تھے۔ کتنا عمدہ اُسلوب تھا نبی کی تعلیم دینے کا کہ ایک بات کو تین مرتبہ دہراتے تھے، تاکہ ہر ایک کی سمجھ میں آجائے، سوال کرنے والے کے سوال کا مقتضائے حال کے مطابق جواب دیتے تھے، نہ خفا ہوتے تھے اور نہ ناراض۔

۸- اور اے مسلمان! اگر تو طالب علم ہے تو مطالعہ کر ان ایام کا جب کہ وحی لے کر حضرت جبرئیل علیہ السلام آپؐ کے پاس

آتے تو آپؐ پوری توجہ اور رغبت کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوجاتے، نہ کبھی ان سے گستاخی کرتے اور نہ ان کے سامنے بے ادبی سے کام لیتے، بلکہ تواضع اور انکساری کے ساتھ کام لیتے تھے۔

۹- اور اے مسلمان! اگر تو واعظ ہے تو مطالعہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ان ایام کا جب مدینہ میں صحابہؓ کو کبھی درخت کے پاس کھڑے ہوکر، کبھی مسجد کے منبر پر بیٹھ کر فصیح وبلیغ الفاظ میں وعظ دیتے، نہ بہت طویل وعظ دیتے اور نہ بہت مختصر، بلکہ درمیانہ روی اختیار کرتے اور احوال کو دیکھ کر وعظ دیتے، یہاں تک کہ مجلس ایسی متاثر ہوتی کہ رونے لگتی۔

۱۰- اور اگر اے مسلمان! تو یتیم ہے تو مطالعہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین بچپن میں رحلت فرماچکے تھے، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی عمدہ زندگی بسر کی۔

۱۱- اور اگر تو صغیر السن ہے تو مطالعہ کر ان ایام زندگی کا جن کو آپؐ نے حلیمہ سعدیہ کے گھر پر گزارے کہ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ چراگاہ جاتے تھے اور کبھی آوارہ اور اوباش لڑکوں کے ساتھ وقت نہیں گزارتے تھے۔

۱۲- اگر تو نوجوان ہے تو مطالعہ کر آپؐ کے ان ایام شباب کا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کی بکریاں چرا کر گذارے، نہ کبھی کسی گانے کی محفل میں گئے اور نہ کبھی کسی بری حرکت کا ارتکاب کیا، بلکہ شریف اور صادق وامین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ مسلمان نوجوان ان فلم اسٹاروں اور کھلاڑیوں کے نقش قدم پر آخر کیوں چلتا ہے؟ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی قابل تقلید آئیڈیل ہوسکتا ہے؟

۱۳- اور اگر تو جج یا حاکم ہے تو مطالعہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ حجر اسود اور واقعہ مفتاح کعبۃ اللہ وغیرہ کا۔

۱۴- اور اگر تو شوہر ہے تو مطالعہ کر خدیجہؓ اور عائشہؓ اور دیگر امہات المومنینؓ کے ساتھ گزرے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات اور لمحات کا۔

۱۵- اور اگر تو دادا یا نانا ہے تو حسنؓ و حسینؓ کے نانا کے ان لمحات کا مطالعہ کر جو حسنؓ وحسینؓ کے ساتھ گزارے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ تو جس کسی بھی حالت میں یا درجہ پر ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تجھے اس حالت اور مرتبہ کو گزارنے کا صحیح طریقہ اور منہاج بتلائے گی۔ آپ ضرور یہ عہد کریں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو ضرور ایک بار پڑھیں گے اور پھر اس کے مطابق زندگی بسر کریں گے انشاء اللہ۔ دنیا اور آخرت کی کامیابی و کامرانی آپ کے قدم چومے گی اور اطمینان وسکون جیسی عظیم نعمت آپ کو دونوں جہاں میں بھی ان خطوط پر چل کر آسانی کے ساتھ مل جائے گی جس کے لئے آج دنیا کوشاں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دعائے مغفرت کی درخواست

میری والدہ محترمہ کا انتقال ۲ فروری ۲۰۰۸ء بروز سنیچر فتح پور (ہنسوہ) میں ہوگیا۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون"

میری والدہ نہایت خلیق، کم گو اور صوم وصلوٰۃ کی پابند خاتون تھیں، صفائی ستھرائی کا بڑا خیال رہتا تھا، اپنا کام خود کرتی تھیں۔ اور ہمیشہ یہ دعا کرتی تھیں کہ اللہ چلتے پھرتے اٹھائے، شاید اسی دعا کا اثر تھا اور اللہ نے ان کی دعا قبول بھی کرلی تھی کہ آخر وقت تک انہوں نے کسی سے کوئی خدمت نہیں لی علان کی بیماری بھی بڑی مختصر تھی، اندازہ نہ تھا کہ اتنی جلد ہم سے جدا ہوجائیں گی۔

ان کی تدفین ان کے خاندانی قبرستان فتح پور (ہنسوہ) میں بعد نماز ظہر ہوئی۔ ان کی نماز جنازہ ان کے لائق فائق بھانجے مولانا سید فرید احمد باقری نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں کافی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔

قارئین رضوان سے خصوصی طور پر دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

محمد محی الدین ندوی
منیجر ماہنامہ "رضوان" لکھنؤ

ابو فیصل ندوی

عوام کیلئے علماء کی اتباع کا اصول

یہودیوں کی ایک بری عادت!

"قرآن کریم میں سورہ مائدہ میں یہودیوں کی ایک بری خصلت یہ بتائی گئی کہ یہ لوگ جھوٹی اور غلط باتیں سننے کے عادی ہیں اپنے آپ کو عالم کہلانے والے غدار یہودیوں کے ایسے اندھے متبع ہیں کہ احکام توراۃ کی کھلی خلاف ورزی دیکھنے کے باوجود ان کی پیروی کرتے رہتے ہیں اور ان کی غلط سلط بیان کی ہوئی کہانیاں سنتے رہتے ہیں۔"

اس میں جس طرح تحریف کرنے والوں اور احکام خدا و رسول میں غلط چیزیں شامل کرنے والوں کے لئے وعیدیں ہیں اسی طرح ان لوگوں کو بھی سخت مجرم قرار دیا گیا ہے جو ایسے لوگوں کو امام بنا کر موضوع اور غلط روایات سننے کے عادی ہو گئے ہیں اس میں مسلمانوں کے لئے ایک اہم اصولی ہدایت یہ ہے کہ اگرچہ عوام کے لئے دین پر عمل کرنے کا راستہ صرف یہی ہے کہ علماء کے فتوے اور تعلیم پر عمل کریں لیکن اس ذمہ داری سے عام لوگ بھی بری نہیں ہے کہ فتوے لینے اور عمل کرنے سے پہلے اپنے مقتداؤں کے متعلق اتنی تحقیق تو کرلیں جتنی کوئی بیمار کسی ڈاکٹر یا حکیم سے رجوع کرنے سے پہلے کیا کرتا ہے کہ جاننے والوں سے تحقیق کرتا ہے کہ اس مرض کے لئے کونسا ڈاکٹر ماہر ہے، کونسا حکیم اچھا ہے، اس کی ڈگریاں کیا کیا ہیں؟ اس کے مطب میں جانے والے زیر علاج لوگوں پر کیا گزرتی ہے اپنی امکانی تحقیق کے بعد بھی اگر وہ کسی غلط ڈاکٹر یا حکیم کے جال میں پھنس گیا یا اس نے کوئی غلطی کردی تو عقلا کے نزدیک وہ قابل ملامت نہیں ہوتا، لیکن جو شخص بلا تحقیق کسی عطائی کے جال میں پھنس گیا اور پھر کسی مصیبت میں گرفتار ہوا تو وہ عقلا کے نزدیک خود اپنی خودکشی کا ذمہ دار ہے۔

یہی حال عوام کے لئے دینی امور کے بارے میں ہے کہ اگر انہوں نے اپنی بستی کے اہل علم وفن اور تجربہ کار لوگوں سے تحقیق حال کرنے کے بعد کسی عالم کو اپنا مقتدی بنایا اور اس کے فتوے پر عمل کیا تو وہ عند الناس بھی معذور سمجھا جائے گا اور عند اللہ ایسے ہی معاملہ کے متعلق حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "**فان اثمه على من افتى**" یعنی ایسی صورت میں اگر عالم اور مفتی نے غلطی کرلی اور کسی مسلمان نے ان کے غلط فتوے پر عمل کرلیا تو اس کا گناہ اس پر نہیں بلکہ اس عالم و مفتی پر ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ اس عالم نے جان بوجھ کر ایسی غلطی کی ہو یا امکانی غور وخوض میں کمی کی ہو، یا کہ وہ عالم ہی نہ تھا اور لوگوں کو فریب دے کر اس منصب پر مسلط ہو گیا۔

لیکن اگر کوئی شخص بلا تحقیق محض اپنے خیال سے کسی کو عالم مقتدی قرار دے کر اس کے قول پر عمل کرے، اور وہ فی الواقع اس کا اہل نہیں تو اس کا وبال تنہا اس مفتی اور عالم پر نہیں بلکہ یہ شخص بھی برابر کا مجرم ہے جس نے تحقیق کئے بغیر اپنے ایمان کی باگ ڈور کسی ایسے شخص کے حوالہ کردی، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ ارشاد ربانی ہے: "یہ لوگ جھوٹی بات سننے کے عادی ہیں، اپنے مقتداؤں کے علم وعمل اور امانت و دیانت کی تحقیق کئے بغیر ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور ان سے موضوع اور غلط روایات سننے اور ماننے کے عادی ہو گئے ہیں۔"

قرآن کریم نے یہ حال یہودیوں کا بیان کیا ہے اور مسلمانوں کو سنایا ہے کہ وہ اس سے محفوظ رہیں، لیکن آج کی دنیا میں مسلمانوں کی بہت بڑی بربادی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ دنیا کے معاملات میں تو بڑے ہوشیار، چست و چالاک ہیں بیمار ہوتے ہیں تو بہتر سے بہتر ڈاکٹر یا حکیم کی تلاش کرتے ہیں۔

(بقیہ..... صفحہ ۴۷ پر)

مفتی راشد حسین ندوی

سوال وجواب

س : نکاح کے وقت لڑکی کی عمر گیارہ سال تھی، شرم کی وجہ سے اس نے نکاح قبول نہیں کیا، بلکہ اس کی جگہ اس کی سہیلی نے قبول کرلیا، تو اس کا نکاح ہوا یا نہیں؟

ج : صورت مسئولہ میں لڑکی اگر نابالغ تھی، اور اس کا نکاح ولی نے کروایا تھا، یا بالغ کنواری تھی اور اس سے اجازت ولی یا اس کے بھیجے ہوئے شخص نے لی تھی اور مذکورہ صورت حال پیش آئی تو نکاح منعقد ہو گیا۔ (ہندیہ ۱/۲۸۵، شامی ۲/۳۲۴)

س : مدینہ کے یہودی سود لیتے تھے، اس کے باوجود کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی دعوت قبول فرمانا ثابت ہے؟

ج : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہودیوں کی دعوت قبول کرنا احادیث سے ثابت ہے۔ (مشکوٰۃ ۲/۵۴۱ باب المعجزات فصل ثانی)

بلاشبہ یہودی سود خوار ہوتے تھے، لیکن جن کی دعوت آپ نے قبول کی وہ سود خوار نہیں رہے ہوں گے، اس کے علاوہ یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ غیر مسلم جزئیات کے مکلف نہیں ہوتے۔ (کفایت المفتی ۹/۱۷۱)

س : کیا مسجد میں تالا لگانا شرعاً منع ہے؟ جب کہ چھوٹی چھوٹی چیزیں چوری ہوتی ہیں اور تالا بند نہ کرنے کی صورت میں بڑی چیزی بھی اٹھ جانے کا خطرہ رہتا ہے، کیا تالا بند کرنے کی ممانعت قرآن مجید میں ہے، وضاحت سے تحریر فرمائیں۔

ج : صورت مسئولہ کے سلسلہ میں واضح ہو کہ بلاوجہ مسجدوں میں تالا لگانا مکروہ ہے، لیکن جب مسجد کے سامان کے چوری ہو جانے کا خطرہ ہو، تو نماز پنجگانہ کے اوقات کے علاوہ میں تالا لگانا جائز ہے۔ (الدر المختار و رد المحتار۔ ۱/۴۸۵)

قرآن کی جس آیت کے متعلق آپ نے سوال کیا ہے وہ پہلے ہی پارہ میں سورہ بقرہ کی آیت ۱۱۴ ہے، ارشاد ہے: "**ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه و سعى فى خرابها**" (اور اس سے بڑا ظالم کون، جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ لیا جائے نام وہاں اس کا، اور کوشش کی ان کے اجاڑنے میں) علامہ شبیر احمد عثمانی اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اس کے شان نزول نصاریٰ ہیں کہ انہوں نے یہود سے مقاتلہ کرکے توریت کو جلایا، اور بیت المقدس کو خراب کیا، یا مشرکین مکہ کہ انہوں نے مسلمانوں کو محض تعصب و عناد سے حدیبیہ میں مسجد حرام (بیت اللہ) میں جانے سے روکا، باقی جو شخص کسی مسجد کو ویران یا خراب کرے وہ اسی حکم میں داخل ہے"۔ اور مذکورہ بالا غرض سے تالا لگانا مسجد کی ویرانی کے لئے نہیں بلکہ آبادی کے لئے ہوتا ہے اسی لئے فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے۔

س : زید برتھ کنٹرول کی دوا بناتا ہے جس سے بچہ نہ ہونے میں آسانی ہوتی ہے، نیز وہ اس مقصد کے لئے دوسری کمپنیوں کی بنائی ہوئی دوائیں بھی مریضوں کو دیتا ہے تاکہ حمل نہ ٹھہرے مسئلہ کی رو میں کیسا ہے؟

ج : مانع حمل دوائیں تیار کرنا، یا دوسری کمپنیوں سے ان کا خریدنا، اور شرعاً جن کو منع حمل کی تدابیر اختیار کرنے کی اجازت ہے ان کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے، رہا یہ سوال کہ یہ اجازت کن لوگوں کو حاصل ہے؟ اس کا جواب فقہ اکیڈمی کے تحت علماء کے مؤقر اجتماع میں جو تجاویز منظور کی گئی تھیں ان میں ملتا ہے، چنانچہ "اہم فقہی فیصلے" صفحہ ۸۷ میں ہے۔ (۴) جو بچہ موجود ہے، اس کی پرورش، رضاعت، اور نشوونما میں اگر ماں کے جلد حاملہ ہونے کی وجہ سے نقصان کا خطرہ ہے، تو ایسی صورت میں مناسب وقفہ رکھنے کی خاطر عارضی منع حمل تدابیر اختیار کرنا جائز ہے۔ (۷) چند استثنائی صورتوں میں عارضی منع حمل کی تدابیر وادویہ کا استعمال مردوں اور عورتوں کے لئے درست ہے۔ مثلاً عورت بہت کمزور ہے، ماہر اطباء کی رائے میں وہ حمل کی متحمل نہیں ہو سکتی، اور حمل ہونے سے اسے شدید ضرر لاحق ہونے کا اندیشہ ہو..... ماہر اطباء کی رائے میں عورت کو ولادت کی صورت میں ناقابل برداشت تکلیفوں اور ضرر میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو۔

منور سلطانہ شیخ

بچوں کی پرورش والدین کیلئے کڑا امتحان ہے

بچے کی تربیت کے سلسلے میں ہر خاتون کو چند بنیادی باتیں ذہن نشین رکھنی چاہئیں۔

بچے کو ایسے حوادث سے بچایا جائے جن سے اس کے جسم کو ضرر پہنچے یا ہاتھ پاؤں کے بیکار یا جان جانے کا اندیشہ ہو جائے۔

بچے کی صحت کا خاص خیال رکھا جائے بیماری کی صورت میں فوری ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہئے۔ اس سلسلے میں غفلت نہیں برتنی چاہئے۔

بچے کی ایسی پرورش کی جائے کہ بچے کے قوت مشاہدہ کی رفتہ رفتہ ترقی ہوتی رہے۔

بچے میں تجسس کا مادہ اس انداز سے پیدا کیا جائے کہ اسے ان اشیاء کا علم ہو جو اس کے گرد و پیش ہوں۔

ایسی تربیت دی جائے کہ وہ خوش حرکات، آداب محفل سے آشنا، نیک خصلت اور اچھے چال چلن کا نکلے۔ مختصر یہ کہ بچوں کو اس دنیا میں رہنے کے لائق بنایا جائے جس میں جوان ہو کر ان کو زندگی گزارنی ہے اور ان کو اس قابل بنا دیا جائے کہ وہ دنیا میں سہولت اور کامیابی کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔

بچے کی غذا

یہ بات طبی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ بچے کو ایسی غذا کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے جس سے نمو ترقی کرتی ہو۔ اس لئے محض چاول اس کی غذا کے لئے کافی نہیں ہیں۔ ایسا اناج جس میں نشاستہ زیادہ ہو مثلاً گندم، ماش وغیرہ بچے کی روزانہ کی غذا کا حصہ ہونا چاہئے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ غذا زیادہ قیمتی ہو لیکن ایسی ضرور ہو جس سے بچے کا ڈیل ڈول بڑھے اور اس میں قوت مدافعت پیدا ہو دال دودھ اور دہی بھی کھلانا چاہئے۔

ورزش

ورزش کے لئے چند اصول ذہن میں رکھنے چاہئیں۔ بچوں کی تندرستی کے لئے ورزش ضروری ہے۔ ایسی ورزش جس کو بچے اپنی مرضی سے بنا کہے اختیار کریں، بہتر ہے یہ ورزش جس قدر زیادہ خوش کرنے والی ہو اسی قدر بہتر ہے محض جمناسٹک چنداں مفید نہیں کیونکہ جمناسٹک میں بعض اوقات اعضاء کو خلاف فطرت حرکت میں لانا پڑتا ہے۔

ورزش آسمان کے نیچے جہاں ہوا صاف ہو کرنی چاہئے۔ یعنی چھت کے نیچے یا گھر کے صحن میں ورزش ہمیشہ کسی صاف ستھرے میدان یا کسی پارک میں ہوتی ہے۔ ورزش تھکاوٹ ہونے سے پہلے ختم کر دینی چاہئے۔ ورزش کے فوراً بعد بچے کو کھانا کھلانا یا نہلانا مفید نہیں ہے۔

لڑکیوں کے لئے بھی ورزش نہایت ضروری ہے۔ جسے ہمارے یہاں عام طور پر معیوب سمجھا جاتا ہے۔ جن لڑکیوں نے بچپن میں ورزش کی ہو جوان ہو کر زندگی کے اہم مراحل میں انہیں بڑی آسانی رہتی ہے۔ برعکس اس کے جنہون نے ورزش نہیں کی وہ نحیف و ناتواں رہتی ہیں۔

بچے قدرتی طور پر کھیل کود اور بھاگ دوڑ کر ورزش کر لیتے ہیں۔ قدرت نے خود ہی ان کی صحت اور نمو کے لئے یہ مادہ ان میں رکھا ہے۔ اچھلنے، کودنے، بھاگنے، دوڑنے سے انہیں روکنا غلطی ہے بلکہ انہیں بھاگ دوڑ کرنے کا موقع دینا چاہئے۔ گھر کے باہر کھیلنے کے بہت سے کھیل ہیں جن سے بچوں کی بخوبی ورزش ہو جاتی ہے۔ ان کھیلوں کو اس خیال سے کہ وہ پرانے ہو چکے ہیں نظر انداز نہیں کرنا چاہئے بلکہ وہ بچوں کے لئے مناسب ہیں۔ ان سے بچوں کو کافی خوشی اور ورزش میسر آتی ہے۔

آسائش

بچوں کے کپڑے ڈھیلے ڈھالے

ہونے چاہئیں تاکہ اعضائے جسمانی کی حرکت میں کوئی چیز مانع نہ ہو۔ بچے ہر وقت بھاگتے رہتے ہیں انہیں کسی وقت سکون نہیں ملتا۔ اس لئے کپڑے ایسے نہیں ہونے چاہئیں کہ وہ اسے حرکت سے روک دیں یا حرکت میں رکاوٹ بنیں۔ کسی کپڑے کا کوئی حصہ بھی ایسا تنگ اور چست نہ ہو جو بچے کے دوران خون یا سینہ اور پیٹ کی قدرتی جنبشوں میں رکاوٹ کا سبب بنیں۔

ہمارے ہاں ایک اور بات بڑی عام ہے کہ بچے کا منہ سوتے میں ڈھک دیا جائے۔ اس سے وہ ہوا جو سانس سے باہر آئی ہے چہرے کے قریب ہی رہتی ہے۔ پھر اس میں سانس لینا صحت کے لئے مضر ہے۔ یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے۔

چند دیگر ہدایات

بچے کے لئے ایسی دایہ مقرر کریں جو لائق اور معتدل مزاج ہو کیونکہ اس کے مزاج کی کیفیت بچے پر اثر انداز ہوتی ہے۔

بچے کا نام پیدائش سے چند دنوں بعد رکھیں تاکہ اس دوران سوچ سمجھ کر عمدہ نام تجوز کرنے کا موقع مل سکے۔ یہ والدین کا فرض ہے کہ جب دودھ پینے کا زمانہ ختم ہو جائے تو ادب و آداب سکھانا شروع کریں۔ اگر اس زمانہ ہی سے ادب سکھانا شروع نہ کیا گیا تو بچے طبعی میلان کے باعث بری عادت کا شکار ہو سکتے ہیں۔ ادب اور تہذیب سکھانے میں میلان طبع کا لحاظ رکھنا ضروری ہے بچے کی طبیعت جدت پسند ہوتی ہے وہ ہر نئی بات آسانی سے اخذ کر لیتا ہے۔

جب تمیز آنے لگے تو ادب و آداب سکھانے میں زیادہ کوشش کرنی چاہئے۔ بچے کو ایسے کاموں کے کرنے یا ایسے لوگوں سے میل جول رکھنے سے منع کریں جو برے سمجھے جاتے ہیں۔ بچوں کے دل سادہ تختی کی مانند ہوتے ہیں جو ہر نقش آسانی سے قبول کر لیتی ہے۔ دوسرا قدم یہ ہے کہ ان کو شروع سے آداب سکھائے جائیں اگر ان پر عمل کرنے میں کوتاہی کرے تو تنبیہ کریں۔

بچوں کے سامنے نیک اور بڑے آدمیوں کی تعریف اور بروں کی مذمت کریں۔ اس سے نیک کام کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور برے افعال سے نفرت، بچہ خراب راستے پر نہیں پڑتا۔ جب بچہ کوئی اچھا کام کرے تو اسے شاباشی دیں اور جب برا کام کرے تو اسے نرمی کے ساتھ سمجھائیں۔ اکثر والدین بچوں کی بری عادات کا نوٹس نہیں لیتے اور سمجھتے ہیں کہ جب بڑا ہوگا تو خود ہی برے بھلے میں تمیز کرنے لگے گا۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بچہ جب اپنی توتلی زبان سے کوئی گالی نکالتا ہے تو والدین خوش ہوتے ہیں جب کہ بعض باپ تو خود بچے کو گالیاں سکھاتے ہیں۔ گھر میں افراد خانہ ہر وقت گالی گلوچ کرتے رہیں تو بچے خود بخود گالیاں سیکھ جاتے ہیں اور پھر بات بات پر گالیاں نکالنے لگتے ہیں اور ان کی یہ عادت پختہ ہو جاتی ہے۔ ایسے والدین کو اپنی اس عادت پر سختی سے کنٹرول کرنا چاہئے۔

والدین کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ بچے کے سامنے کوئی ناپسندیدہ بات نہ کریں۔ بچہ گھر میں ہونے والی باتوں کو سمجھتا رہتا ہے۔ پھر جوں جوں بچہ بڑھتا ہے وہ اسی قسم کی باتیں کرنے لگتا ہے بچہ جب اسکول جانے کے قابل ہو جائے تو اسے اسکول میں داخل کرا دینا چاہئے۔ اسکول میں داخل کرانے کے بعد بھی والدین بچے کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھیں۔ اساتذہ سے کبھی کبھار ملتے رہیں اور بچے کی تعلیمی حالت معلوم کرتے رہیں۔ اسکول کے بعد اور گھر سے باہر بچہ کہاں جاتا ہے، کیا کرتا ہے کیسے لڑکوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے اور کھیلتا ہے ان تمام چیزوں پر گہری نظر رکھیں۔ بچہ جب گھر میں موجود ہو تو میاں بیوی کو آپس میں تکرار نہیں کرنی چاہئے کیونکہ بچہ سنتا بھی ہے دیکھتا بھی اور محسوس بھی کرتا ہے۔ لہٰذا بچے کے سامنے والدین کو محتاط رویہ اختیار کرنا چاہئے۔

بچے سے پیار کریں اور اسے ذہن نشین کراتے رہیں کہ بڑا ہو کر اسے بڑا آدمی بننا ہے اور اگر دلچسپی سے پڑھے لکھے گا تو بڑا آدمی بنے گا۔

❖❖

”قرآن مجید کے مطالعے نے مجھے اندھیروں سے نجات دلائی“

ایک خاتون کے قبول اسلام کی ایمان افروز داستان

میرا اسلامی نام خدیجہ فروزئی ہے۔

بچپن میں میری مذہبی تربیت چرچ آف انگلینڈ کی زیرنگرانی ہوئی، مگر ہوش سنبھالا تو میرا ذہن اس سے بالکل مطمئن نہ ہوا۔ مجھے چرچ آف انگلینڈ کی تعلیمات پر قوت اور وقار کا فقدان نظر آیا، اس لئے میں نے اس چرچ سے علاحدگی اختیار کرلی اور بیس سال کی عمر میں رومن کیتھولک بن گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میرے اعزا اور احباب سخت برہم ہوئے اور ان کی ناراضگی بلکہ دشمنی نے مجھے کئی برس تک پریشان رکھا، لیکن چونکہ مجھے یقین ہو چکا تھا کہ صرف رومن کیتھولک ہی سچا مذہب ہے اور اسے خدا کی پشت پناہی حاصل ہے، اس لئے میں نے غیروں کی دشمنی یا اپنی پریشانی کی کوئی پرواہ نہ کی اور اپنے موقف پر قائم رہی۔

لیکن کچھ عرصے کے بعد مجھے شدت سے احساس ہوا کہ رومن کیتھولک کی وابستگی ایک قیمت چاہتی ہے اور وہ ہے سوچ وفکر اور اظہار پر پابندی۔ یعنی یہ اعتقاد کہ چرچ اور چرچ کی تعلیمات ہر قسم کی خامی سے پاک ہیں اور ان پر اعتراض کفر کے مترادف ہے، خواہ وہ عقلی تقاضوں کے کس قدر خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ جب بھی میری عقل کسی عقیدے پر معترض ہوتی تو میں اپنے آپ کو سمجھاتی کہ فتور دراصل میری عقل میں ہے اور چرچ عقل سے بالا ہے۔ مثال کے طور پر یہ عقیدہ کہ چرچ میں جو روٹی بھی پادری صاحبان کھاتے ہیں، وہ فوری ہی یسوع مسیح کے وجود میں بدل جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کی حیثیت بیک وقت خدا کی بھی ہوتی ہے اور انسان کی بھی، اگرچہ بظاہر اس کا احساس نہیں ہوتا۔ میں اکثر حیرت میں ڈوب جاتی کہ ایک پورا انسان روٹی میں کیسے سما سکتا ہے اور پھر یسوع مسیح بیک وقت مختلف مقامات پر مختلف روٹیوں میں کیسے حلول کر سکتے ہیں، جب کہ دنیا میں لاکھوں چرچ ہیں اور ہر چرچ میں بے شمار روٹیاں استعمال ہوتی ہیں۔ یہ بات بڑی بے جوڑ، مضحکہ خیز لگتی کہ انسان اپنے گوشت اور خون سمیت ایک روٹی کی صورت اختیار کر جائے۔

ذہن جس دوسری بات پر خاصا پریشان ہوتا، وہ حضرت عیسیٰؑ کا مصلوب ہونا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی قربانی کا واقعہ بار بار پیش آتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی سوالات تھے، جو ذہن میں پیدا ہوتے، تاہم میں نے اپنے آپ کو پابند کئے رکھا کہ چرچ کے عقائد بلاشک وشبہ صحیح و درست ہیں، مگر عقل سے ماورا ہیں۔ ایسے خیالات سے بچنے کے لئے میں نے اپنے آپ پر ایک روحانی سا نشہ طاری کرلیا، یعنی زیادہ سے زیادہ عبادت میں مصروف رہتی، تاکہ عقل کو مختلف شکوک کے بارے میں سوچنے کی فرصت ہی نہ ملے، نہ اس میں بغاوت کے جراثیم کلبلا سکیں۔ یہ الگ بات ہے کہ میں اپنے آپ کو راسخ العقیدہ کیتھولک نہیں سمجھتی اور اس پر سخت پریشان تھی۔

مگر اپنے آپ کو مصنوعی طور پر مصروف رکھنے کا نشہ دیرپا ثابت نہ ہوا۔ میں کوشش کے باوجود اپنی ذات کو مریم یسوع مسیح یا دیگر بزرگوں کی پرستش پر آمادہ نہ کر سکی۔ کیتھولک لوگ یسوع مسیح کی والدہ کی سفارش کو لازم قرار دیتے ہیں۔ میں نے ایک مرتبہ ایک پادری کو دیکھا، وہ اسکول کے بچوں کو بتا رہا تھا کہ ایک شخص اگرچہ سخت بدبخت اور گناہ گار تھا، لیکن صرف ایک نیکی نے اسے جہنم سے بچالیا تھا اور وہ یہ کہ

متذکرہ آدمی مریم کی پوجا بڑی باقاعدگی سے کرتا تھا۔ میں سوچتی رہ گئی کہ انجیل تو عیسیٰ مسیح کو نجات دہندہ قرار دیتی ہے، مگر پادری صاحب یہ اعزاز مریم کو بخش رہے ہیں، آخر دونوں باتوں میں مطابقت کیا ہے؟

ان ساری ذہنی مشکلات کے باوجود کیتھولک چرچ میں اطمینان کے سامان بھی تھے اور میں بعض اوقات اس ماحول میں خاصی خوشی بھی محسوس کرتی تھی، تاہم پورے ایک برس تک میری حالت خاصی گومگو کی سی رہی۔ میری ملاقات پروٹسٹنٹ عقائد کے کچھ لوگوں سے ہوئی، جن کی مذہب کے بارے میں گرمجوشی اور خروش کیتھولک لوگوں سے کم نہ تھا۔ انہوں نے مجھے ایسا راستہ بتایا جو کیتھولک عقائد کا ہو بہو متبادل بھی تھا اور بائبل کی تعلیمات پر مبنی تھا اور جس میں چرچ آف انگلینڈ کا سا ابہام بھی نہیں تھا، مگر میں اس امر سے اتفاق نہ کر سکی کہ محض عقیدہ ہی نجات کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ بہر حال کئی طرح کے شکوک کے باوجود میں رومن کیتھولک عقیدے پر قائم رہی۔

میں اس وقت تک اسلام کے بارے میں کچھ نہ جانتی تھی۔ اخبارات کے مضامین سے صرف اتنی خبر ضرور تھی کہ اسلام غلامی کا قائل ہے اب تک عرب ملکوں میں یہ مکروہ کاروبار جاری ہے۔ تعداد ازدواج کی صورت میں عورت پر ظلم ڈھائے جاتے ہیں۔ حیوانات کو بے دریغ کاٹ کر کھایا جاتا ہے۔ اور منشیات کی تجارت پر کوئی پابندی نہیں۔ اسکول کے زمانے میں صلیبی جنگوں کے بارے میں بھی پڑھا تھا۔ جن میں مسلمانوں کو پرلے درجے کا سفاک اور بے رحم بتایا گیا تھا۔

ان سارے تعصبات کے باوجود میں نے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عقائد کے درمیان قلب وذہن کی کھینچا تانی نے میرے اعصاب کو تباہ کر کے رکھ دیا تھا اور میں بیمار رہنے لگی تھی۔ حل صرف ایک ہی تھا کہ میں جلد از جلد صداقت کو پالوں اور یکسوئی حاصل کروں۔ اس کے لئے میں نے قرآن کی طرف رجوع کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ میں نے خدا سے صراط مستقیم کی دعا کی، پھر فرض کرلیا کہ میں دور کے کسی سیارے کی مخلوق ہوں، عیسائیت کے بارے میں کچھ جانتی ہوں نہ اسلام کے بارے میں جتنے تعصبات تھے وہ جھٹک دیئے اور راہ حق کو پانے کے لئے قرآن کے مطالعے میں محو ہوگئی۔

میں نے قرآن کی صورت میں بلاشبہ ایک متبادل تو پالیا، مگر ذہن مختلف سوالوں سے بھر گیا۔ کیا واقعی یہ خدا کی طرف سے وحی ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ذریعے سے بائبل کی تاریخی کہانیوں کو سنا اور خدا کے حوالے سے اپنے الفاظ میں بیان کردیا؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی بد روح تو سوار نہیں تھی؟ (خدا مجھے معاف کرے) چونکہ وہ بے حد ذہین انسان تھے، اس لئے کیا شیطان نے انہیں آلہ کار تو نہیں بنالیا تھا۔ (العیاذ باللہ)

ان بے ہودہ سوالات کے جواب دینے کے لئے میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور کردار کے بارے میں جاننے کی ضرورت محسوس کی۔ اس کے لئے میں نے مسلم اور غیر مسلم مصنفین کی کتابیں حاصل کیں۔ پتہ چلا کہ انہوں نے کسی انسانی ذریعے سے یہودی اور عیسائی تاریخ کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ وہ پڑھنا لکھنا جانتے ہی نہ تھے۔ اس لئے انہوں نے براہ راست بائبل کا مطالعہ بھی نہیں کیا تھا۔ اب اگر فرض کیا جائے کہ انہوں نے قرآن کی ساری معلومات یہودی اور عیسائی علماء سے معلوم کی تھیں تو یہ ممکن ہے کہ زبانی گفتگو کو اتنی شرح وبسط سے یاد رکھا جائے اور پھر انہیں کتابی صورت دینا ممکن بھی ہوتا تو یہ عمل دوسرے لوگوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا تھا اور پھر خود یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے قرآن کی مخالفت بالکل بے تکی حرکت تھی۔ دراصل کچھ لوگوں نے اس طرح کے الزامات عائد کرنے کی کوشش بھی کی مگر ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے یہ الزامات دم توڑ بیٹھے۔ بہر حال مکمل اطمینان ہونے پر میں نے اسلام قبول کرلیا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کرتی ہوں۔ ●●